آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✦ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد (۴) نمبر (۱۲)

بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین

غیر احمدیوں کی رائیں اس رسالہ کے متعلق

رسالہ البیان۔ جلد ۴ نمبر ۵ صفحہ ۲۲ لکھنؤ کا عربی اردو کا مشہور پرچہ لکھتا ہے۔ "ریویو آف ریلیجنس ہی ایک ایسا پرچہ ہے جسکو خالص اسلامی پرچہ کہنا صحیح ہے۔ ہمنے اسکے کئی نمبر دیکھے اور ہم کو اس امر کے ظاہر کرنیمیں کوئی تامل نہیں کہ عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنس سے بہتر پرچے کسی زبان میں نہیں شائع ہوتے۔ مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ ہندوستان میں ایک ایسا رسالہ نکل رہا ہے جسکے زوردار مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں کا سواد اعظم اس رسالہ سے ناواقف ہے جسکی وجہ شائد یہ ہو کہ یہ رسالہ قادیان سے نکلتا ہے اور میرزا غلام احمد قادیانی اس کے سرپرست ہیں۔"

اخبار کریسنٹ۔ لورپول کا مشہور اسلامی پرچہ اس رسالے پر ریویو کرتا ہوا ۱۶ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کی پرچے میں لکھتا ہے۔ "ریویو آف ریلیجنس کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں انکی تردید میں ایک نہائت ہی فاضلانہ مضمون اسمیں لکھا گیا ہے جس سے عمدہ مضمون آجتک ہماری نظر سے نہیں گذرا اور ہم پوری جوش کی ساتھ اس مضمون کی طرف اپنی ناظرین کو توجہ دلاتی ہیں۔"

محمد الگزنڈر رسل وب۔ امریکہ سے لکھتے ہیں۔ "میں اس پرچہ کو بہت پسند کرتا ہوں میری یہ رائے ہے کہ یہ پرچہ ہر ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے جو کچھ بھی اپنی قوت متفکرہ سے کام لے سکتا ہے۔ ہر ایک نیک مزاج اور انصاف پسند آدمی جو اسکو پڑھیگا وہ ضرور اس سے روحانی اور اخلاقی فائدہ حاصل کریگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لئے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی اور یہ بھی یقین کرتا ہوں کہ آخر کار یہی رسالہ ان روکوں کو دور کرنیکا ذریعہ ہوگا جو جہالت سے سچائی کی راہ میں ڈالی گئی ہیں۔ اور اسطرح پر صداقت کو اپنی شاندار روشنی کے ساتھ دنیا کے سامنے چمکا کر دکھلائیگا۔"

شیخ عبد اللہ کولیم۔ لورپول انگلستان سے لکھتے ہیں۔ "میں ریویو آف ریلیجنس کو پڑھکر بہت ہی خوش ہوا ہوں اور اس مقدس مذہب کی تائید میں میں اسے ایک نہایت ہی قیمتی تحریر سمجھتا ہوں۔ میں چند آدمیوں کی ابتدائی فہرست بھیجتا ہوں جو آپکے مفت رسالہ بھیجنے پر بہت ہی خوش ہوں گے۔"

مسٹر میکبین پالم پور۔ "مینے آپکے رسالے کو جسکا نام ریویو آف ریلیجنز ہے اور جو اعلیٰ درجہ کی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے پڑھا ہے۔ مجھے اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے تیرہ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے اور مینے جسقدر ممکن تھا کوشش کرکے انگریزی زبانمیں جسقدر کتابیں اسلام پر لکھی گئی ہیں خواہ انکے مصنف مسلمان تھے یا غیر مسلمان سب جمع کی ہیں اور اب اسلامی مذہب کا ایک خاصہ کتب خانہ میرے پاس جمع ہوگیا ہے۔ مگر اب تک مینے ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

غلامی

۵۔ لونڈیوں کے متعلق احکام

عیسائیوں نے تعدد ازواج سے نیچے اتر کر اسلام پر ہمیشہ یہ اعتراض کیا ہے کہ گویا اس مقدس مذہب کے رُو سے لونڈیوں کے نام سے جتنی عورتیں کوئی چاہے گھر میں ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ سیل جو میور کے بعد اسلامی امور پر رائے دینے کے لئے تعلیم یافتہ عیسائیوں کے اندر بڑا معتبر سمجھا جاتا ہے اپنے اس مضمون میں جو اسلام پر اُس نے کرسچین کالج میگزین مدراس میں لکھا ہے کہتا ہے کہ ”تعدد ازدواج سے بھی سخت تر غلطی جو اسلام کی وہ یہ تھی کہ اس مذہب نے یہ اجازت دی کہ لونڈیوں کے نام سے جتنی عورتیں کوئی چاہے گھر میں ڈال لے۔ اسکے جواب میں بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں کھلی اجازت دی گئی ہے کہ جس سے چاہے وطی کرے اس میں اور رنڈی بازی میں کچھ بھی فرق نہیں۔ اور جہاں یورپ کے عام مذہب نے رنڈی بازی کو سخت منع کیا ہے مذہب اسلام نے لونڈیوں سے وطی کو جائز رکھا ہے“۔ قبل اس کے کہ میں اصل اصول اسلام پر بحث کروں میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس عبارت میں پادری صاحب نے کسقدر جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اس تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ جس طور سے اسلام نے لونڈیوں کے ساتھ وطی کو جائز رکھا ہے اس میں اور رنڈی بازی میں کچھ فرق نہیں اور کہ عیسائی ممالک اس قسم کی برائیوں یعنی کسبیوں وغیرہ سے پاک ہیں اور جس طریق پر یہودیوں کے درمیان لونڈیوں سے بیوی کا سا تعلق رکھنا جائز تھا اُسکو عیسائیت نے منع کر دیا۔ یہ اخیری نتیجہ اگرچہ بصراحت الفاظ میں موجود نہ ہو مگر اسلام پر لونڈیوں کے احکام کے متعلق حملہ کرنے سے معترض اپنے مذہب کو لازماً اس سے خالی قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اناجیل کے لفظ لفظ کو پڑھ ڈالے تو وہ پادری صاحبان کی اس جرأت سے حیران ہوگا کہ جس صورت میں یہودی شریعت میں یہ رواج چلا آتا تھا اور انجیلوں میں اسکی ممانعت کا اشارہ تک بھی نہیں تو پھر اس بنا پر اسلام پر اعتراض کرنا کسقدر حماقت کا کام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودی شریعت کے اندر

لونڈی کو بطور بیوی کے رکھنا تعدد ازدواج کی ایک صورت تھی اور ان دونوں امور میں عیسائی مذہب ہرگز مانع نہیں ہُوا بلکہ لوتھر کے زمانے میں یعنی عیسائی مذہب کی پیدائش کے تیرہ چودہ سو سال بعد بھی جب اسکے سامنے تعدد ازدواج کے سوال کو پیش کیا گیا تو اُس نے یہی جواب دیا کہ انجیلوں سے تعدد ازدواج کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔ ایسا ہی غلامی کو بھی حضرت مسیح نے کبھی نہیں روکا بلکہ ایک لفظ بھی اس کے خلاف نہیں کہا۔ اور یہ رواج بھی اس کے پیروؤں میں ہمیشہ چلا آیا۔ بلکہ اس امر کی بھی کھلی کھلی شہادت ملتی ہے کہ لونڈیوں کو بطور بیوی کے گھر میں ڈال لینا عیسائیوں میں بھی مروج رہا ہے۔ چنانچہ انسکلوپیڈیا برٹینیکا میں لونڈیوں پر مضمون لکھتے ہوئے عیسائی مضمون نویس لکھتا ہے۔ کہ "پوپوں کے خطوط کے بعض فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعلقات کی انہوں نے اجازت بھی دی تھی" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف عیسائیوں میں اس امر کا رواج ہی رہا بلکہ انکے مقدس پوپوں نے بھی اس کو جائز قرار دیا اور ایسا کرنیکی اجازت دی۔ اور پھر وہی مضمون نویس کہتا ہے کہ "ٹولیڈو کی کونسل اوّل کا (جو ۴۰۰ عیسوی میں ہوئی) قاعدہ ہفدہم یہ ہے کہ جو شخص ایک پاکدامن بیوی کی موجودگی میں لونڈی کو گھر میں ڈال لیتا ہے اسکو خارج کیا جاویگا۔ لیکن اگر وہ لونڈی بیوی کی طرح اسکی خدمت کرے اور ایک ہی عورت جسکو لونڈی کہا جاتا ہے اس کے پاس ہو۔ تو پھر اُسکو خارج نہیں کیا جاوے گا۔ یہ طریق صرف عوام الناس کے لئے ہی جائز نہ تھا بلکہ چھوٹے درجہ کے پادری جنکو نکاح کرنیکی اجازت تھی انکو بھی اسی طرح لونڈی گھر میں ڈال لینے کی اجازت تھی۔ اس کے بعد جو کونسلیں ہوئیں انہوں نے لونڈی کا نام ان بدکار عورتوں پر بھی بولا ہے جو گھر میں نہیں رکھی جاتی تھیں" اس میں شک نہیں کہ یہ صورت جسکا ذکر اخیر میں اس عبارت میں کیا گیا ہے بالکل کسبیوں کی سی ہے۔ اور شائد پادری سیل صاحب کو اپنے بزرگوں کی اس غلطی سے ہی غلطی لگی ہو کہ انہوں نے اسلامی لونڈیوں کو کسبیاں قرار دیا۔ مگر پادری صاحب مطمئن رہیں کہ اسلام اس قسم کی تمام بدکاریوں پر لعنت بھیجتا ہے اور انکے لئے سخت سے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ ہاں اس بات کا جواب انکو دینا چاہیئے کہ وہ تو عیسائیت میں لونڈیوں کے ہونیسے صاف انکار کرتے ہیں اور یہاں عیسائی کونسلیں (یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہی کونسلیں ہیں جنہوں نے تثلیث وغیرہ کے عقائد باطلہ گھڑ کر رائج کئے) نہ صرف لونڈیوں کے گھر میں ڈالنے کی ہی اجازت دیتی ہیں بلکہ جیسا کہ انسکلوپیڈیا کے اس بیان سے پایا جاتا ہے۔ ان فاحشہ عورتوں سے بھی تعلقات رکھنے کی اجازت دیتی ہیں جو گھر میں نہیں رکھی جاتی تھیں۔

دوسرا امر جس پر پادری صاحب نے بہت زور دیا ہے یہ ہے کہ کم از کم کسبیوں کی عیسائی مذہب نے سخت ممانعت کی ہے۔

جب ہم بائبل کو پڑھتے ہیں تو اس میں اس ممانعت کا ذکر صریح الفاظ میں بجائے اناجیل کے جو عیسائی

مذہب کی خاص کتابیں ہیں احبار ۱۹/۹ اور استثنا ۲۳/۱۷ میں پاتے ہیں۔ اناجیل میں اگر کچھ کسبیوں اور فاحشہ عورتوں کا ذکر ہے تو صرف اتنا ہے کہ کسبیاں اور فاحشہ عورتیں یہودی علماء سے پہلے خدا کی سلطنت میں داخل ہوں گی۔ کیا پادری صاحب کے نزدیک یہی کسبیوں کے پیشہ کی ممانعت ہے؟ کہ انکو فقیہوں اور فریسیوں پر ترجیح دیکر اور بھی دلیر کیا گیا ہے۔ مگر اس بات کو تسلیم کر کے کہ حضرت مسیح نے اس بدکاری کی ممانعت ضرور کی ہوگی کیونکہ جسقدر انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئی ہیں ان سب نے زنا کو سب سے بڑی بدکاری سمجھا ہے اور اس سے لوگوں کو روکا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے کون کونسی کوشش اس بدکاری کے دنیا سے دُور کرنیکے لئے کی اور اس سے بھی بڑھکر ضروری سوال یہ ہے کہ عیسائیوں کا اسبارہ میں کیسا عملدرآمد رہا۔ ان دونوں سوالوں کا جواب میں وہی نقل کرتا ہوں جو عیسائی صاحبان نے دیا ہے امر اول کے متعلق انسکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے "مگر کلیسیا نے کسبیوں پر کبھی سختی نہیں کی اور توبہ کرنے پر انکو داخل کر لیا جاتا تھا۔ اور بعض عیسائی بزرگوں نے کسبیوں کے پیشہ کو بدی سمجھکر صریح الفاظ میں اسکی ضرورت کو بھی تسلیم کیا ہے۔ (یہ الفاظ قابل غور ہیں) انہی میں سینٹ اگسٹین بھی تھا جس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اِسکے روکنے سے بدکاری کی اس سے زیادہ تباہ کن راہیں پیدا ہو جائیں گی۔ اس آزادی خیال نے تدریجاً مربیانہ رنگ پکڑنا شروع کر دیا۔ (یعنی اوّل اوّل تو کسبیوں سے صرف درگذر کیجاتی تھی پھر اس سے ترقی کر کے وہی لوگ خود ان کسبیوں کے مربّی بن گئے۔) درمیانی زمانوں سے پہلے ہی کلیسیا کے رواج اور قواعد اور اس کے عہدیدار اور پادری زناکاری کے لئے ضرب المثل بن گئے (افسوس ہے کہ پادری صاحبان کفارہ کے فوائد بیان کرتے وقت ان شہادتوں کو بھول جاتے ہیں)۔ شارل مین نے اس ابتری کی حالت کو روکنا چاہا اور کوشش کی مگر اسکی اپنی زندگی اوباشی اور بدکاری کی تھی اس لئے اسکے احکام جنکے رُو سے کسبیوں اور کٹنیوں کو کوڑے لگائے جانیکا حکم تھا اخلاقی وجوہ پر مبنی نہ تھے"۔ مَیں اِس امر سے بکلّی انکار نہیں کرتا کہ عیسائی مذہب نے کوئی کوشش کسبیوں کی بدکاری کے دُور کرنیکی کی ہوگی مگر جو کوشش کی گئی اس میں یا تو شارل مین کی کوشش کیطرح خود کوشش کرنیوالوں کی اپنی اخلاقی حالت ایسی گری ہوئی تھی کہ اسکا کوئی نیک اثر نہ ہو سکتا تھا اور یا کوشش بہت کمزور اور کسی اصول حکمت پر مبنی نہ تھیں اور اسی لئے کبھی بھی انکا نتیجہ نیک نہیں ہوا چنانچہ وہی مصنف جس کے اقوال اوپر نقل کئے گئے ہیں لکھتا ہے "باوجود ایسی کوششوں کے اور باوجود کبھی کبھی کسی بادشاہ کی سختی کے کسبیوں کا پیشہ درمیانی زمانہ میں ہر جگہ غلبہ پکڑ گیا۔ صرف یہی نہ تھا کہ اسکی برداشت کیجاتی ہو یا اس سے اغماض کیا جاتا ہو بلکہ اسکے لئے لائسنس یعنی

پروانے دیئے جاتے تھے اور قانون میں اس کے قواعد منضبط کئے گئے تھے۔ لندن میں چکلوں کا ایک بازار تھا جنکا لائسنس سب سے پہلے ونچسٹر کے لاٹ پادری نے دیا تھا۔ اور بعد میں پارلیمنٹ اسکی منظوری دیتی رہی۔ یورپ کے دیگر ممالک میں اس زمانے میں یہی حالت تھی۔ کسبیوں کی حفاظت کیجاتی تھی اور اس پیشہ کے لئے قواعد قانوناً تجویز کئے جاتے تھے اور بہت سی حالتوں میں ملکی آمدنی کا یہ ایک ذریعہ تھا"

یہ تو عیسائی ممالک کی حالت گذشتہ زمانہ میں تھی۔ اِس زمانہ میں بھی یہ پیشہ رُو بہ تنزل نہیں بلکہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ فرانس میں فوجداری قانون کسبیوں پر گرفت نہیں کرتا۔ جرمنی میں کسبی کا پیشہ کرنیکی ممانعت نہیں لیکن جو عورت بغیر نام رجسٹر کرانیکے ایسا پیشہ اختیار کرے وہ گرفتار ہو سکتی ہے آسٹریا کے قانون کے رُو سے اس پیشہ کی ممانعت ہے مگر پولیس کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بعض شرائط کے نیچے اسکی اجازت دیدیا کریں۔ انگریزی قانون اس پیشہ کو مضر عام سمجھتا ہے مگر قانون کی کوئی پروا نہیں کیجاتی اور نہ ہی کوئی باز پرس ہوتی ہے چنانچہ اسی مضمون میں جسکا حوالہ انسکلوپیڈیا سے اوپر دیا گیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ "انگریزی قانون کے نیچے عام بازار صاف رکھے جاسکتے ہیں ...... اور بعض وقت قصبات میں سرگرم پولیس کی کوشش سے ایسا ہوتا بھی ہے مگر لندن میں کسبیوں کی تعداد اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ پولیس اپنی ساری طاقت کو خرچ کرکے بھی اُنکا مقابلہ کرنیکے بالکل ناقابل ہے۔ بڑے بڑے بازاروں اور عام مجمعوں کی جگہوں میں عین دن کے وقت کسبیوں کی بڑی بڑی تعداد موجود رہتی ہے اور رات کے وقت تو گویا راستے اُن سے بند ہی ہوتے ہیں" نہ ہی دوسرے بلاد یورپ میں قانون کی کچھ پروا کی جاتی ہے۔ فرق اسقدر ہے کہ یہاں کھلم کھلا کسبیاں پھرتی ہیں وہاں ظاہر بدکاری اتنی نظر نہیں آتی مگر چکلوں کی تعداد بہت ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ "ہر جگہ پولیس اس امر کی شاکی ہے کہ پوشیدہ طور پر کسبیوں کا پیشہ اسقدر ترقی پکڑ گیا ہے جسکو وہ کسی طرح ضبط کے نیچے نہیں لاسکتے اور دن بدن جیسے جیسے یہ خفیہ بدکاری بڑھتی جاتی ہے اسی قدر ان کسبیوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جنکے نام سرکاری رجسٹروں میں موجود ہیں" اس کثرت بدکاری کو دیکھکر تمام مدبر حیران بلکہ مایوس ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انسکلوپیڈیا میں اخیر پر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ "کوئی ایسے واقعات موجود نہیں جنکی بنا پر مغربی ممالک کی بدکاری کا مقابلہ دوسرے ممالک سے یا پہلے زمانوں سے ہو سکے لیکن وہ ناقابل ذکر واقعات جو ہمیشہ پولیس کے علم میں آتے رہتے ہیں اس بات کو ایسا یقینی طور پر ثابت کرتے ہیں جس میں شک کی کچھ بھی گنجائش نہیں۔ کہ موجودہ تہذیب کے بڑے بڑے مرکز اپنی بدکاری میں ان مشہور بدکاری

کے مرکزوں یعنی کارتھیج یا روما یا قدیم مصر یا موجودہ چین سے کسی طرح کم نہیں۔ وہ پُرانی بدکاری کے نقشے جو کھنڈرات سے نکلتے ہیں اور عجائب گھروں میں رکھے جاتے ہیں اُنسے کئی درجہ بڑھ کر وہ بدکاری کی تصویریں ہیں جو آج پیرس یا اسٹرڈم میں کھینچی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بدکاری کی خطرناک ترقی صرف عارضی ہو مگر یہ وہی صورت ہے جس نے پہلے بھی بڑی بڑی قوموں کو تباہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسبیوں کا پیشہ دن بدن خطرناک ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس ترقی کا اثر ابھی سے اعلیٰ درجہ کی تہذیب یافتہ مغربی اقوام پر پڑنا شروع ہو گیا ہے کیونکہ نکاحوں اور پیدائشوں کی تعداد دن بدن گھٹ رہی ہے۔"

یورپ میں سیہ کاری کی یہ خطرناک تصویر صرف عیسائیت کی ناجائز تعریف کا جواب ہی نہیں بلکہ پادری سیل نے جو بہتان آمیز حملہ اسلام پر کیا ہے اُسکا بھی جواب ہے۔ پادری صاحب یا تو عیسائیت کی تعلیم پر حصر کریں اور یا عیسائی صاحبان کے عمل پر۔ مگر یہ نکریں کہ جہاں مطلب کی بات ہوئی وہی پہلو اختیار کر لیا۔ تعدد ازدواج اور لونڈیوں کے متعلق تو آپ جھٹ سے عیسائی اقوام کا عمل دکھا دیتے ہیں اور رنڈی بازی اور زناکاری کے متعلق عیسائیت کی تعلیم پیش کر دیتے ہیں یہ انصاف اور ایمانداری نہیں ایک پہلو جو چاہیں اختیار کر لیں۔ اگر وہ کسبیوں اور زناکاری کے ذکر کے وقت عیسائیوں کے عمل سے بیزاری ظاہر کرکے عیسائیت کی اصل تعلیم کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں تو تعدد ازدواج اور لونڈیوں کے احکام کے ذکر کے وقت بھی اپنی بحث کا انحصار مذہب عیسوی کی تعلیم پر ہی رکھیں۔ جسکے رُو سے انہیں ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح کے مُنہ سے جو وہی اصل عیسائی تعلیم ہے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا جس میں تعدد ازدواج کی ممانعت ہو یا یہُودیوں کے اس رواج کا انکار ہو جو لونڈیوں کے متعلق انکے درمیان پشتوں سے چلا آتا تھا۔ پادری صاحب ایمان سے بتا دیں کہ کیا یہ چالبازی نہیں کہ جدھر سے مطلب نکلتا دیکھا ادھر کا پہلو ہی بدل لیا؟ اب اصل بات یہ ہے کہ بدکاری اور رنڈی بازی کی ترقی تعدد ازدواج کی ممانعت سے ہی شروع ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر یہ سچی بات ہے کہ ابتدائی عیسائی سوسائٹی میں کسبیاں نہ ہوتی تھیں تو اُس سے بھی بڑھکر یہ امر حق ہے کہ اس ابتدائی سوسائٹی میں تعدد ازدواج کی بھی ممانعت نہ تھی بلکہ اسپر عمل بھی ہوتا تھا۔ پھر جوں جوں تعدد ازدواج کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ویسے ہی بدکاری ترقی کرنے لگی عیسائی صاحبان عموماً یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ کسبیوں کی پیدا ہونے اور ترقی کی وجہ افلاس ہے مگر یہ بات بالکل غلط ہی کیا سب سے بڑھکر افلاس یورپین اقوام کے اندر ہی آ گیا؟ جوان میں کسبیوں کی خطرناک ترقی ہو گئی۔ اور پھر کیا دن بدن افلاس بڑھ رہا ہے جو یہ بدی ترقی کر رہی ہے؟ یہ بات ہرگز نہیں چنانچہ انسکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ "بڑی بڑی اقوام کے اندر کسبیوں کا وجود انسانی

سوسائٹی سے غیر منفک ہے۔ موجودہ تہذیب کے تمدنی اور انتظامی ذرائع میں سے کوئی بھی ایسا ذریعہ ثابت
نہیں ہُوا جو اسکو روک سکے کیونکہ وہ اصلی قوانین جنکی وجہ سے یہ بدکاری پھیل رہی ہے ان انسانی تجویز کردہ
قواعد سے جو اخلاقی تعلیم یا فرضی معیار (یعنی پاکیزگی کے معیار) یا مجالس واضع قوانین تجویز کرتی ہیں بہت
زیادہ زبردست ہیں۔ اور جب کبھی اس بدکاری کے روکنے کی کوشش کیجاتی ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اور راہ سے
پھوٹ نکلتی ہے اصل بات میں کوئی فرق نہیں آتا صرف وہ واقعات ایک وقت کے لئے کوئی اور پہلو
اختیار کر لیتے ہیں۔ غرضیکہ باوجود سب قسم کے علاجوں کے یہ بیماری دور نہیں ہوئی اور اگرچہ اسکا وجود قومی
قوّت کے ساتھ بھی رہ سکتا ہے مگر اسکا حد سے زیادہ بڑھ جانا اس بات کی علامت ہے کہ تہذیب کو
اندر سے کیڑا لگا ہُوا ہے اور وہ تنزل کی حالت میں ہے" یہ بات کہ ہر ایک قوم کے درمیان کسبیوں کے
وجود کا ہونا ضروری ہے بغیر استثناء کے صحیح نہیں اور میں وہ واقعات دکھا سکتا ہوں جنکی
بنا پر میں یہ کہتا ہوں۔ بلکہ اگر عام نظر سے بھی اس دعوے کو دیکھا جائے کہ یہ ایسی بیماری ہے جسکا
کوئی علاج ہی نہیں تو اسکا باطل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ایسا اعتقاد رکھکر کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بدکاری
کا کوئی علاج ہی پیدا نہیں کیا ہم اُسکی طاقت اور قدرت اور احسانوں کا انکار کرنیوالے ہوں گے۔
کیا ہی پاک لفظ ہیں جو اُس پاک انسان کے مُنہ سے نکلے جس نے اللہ تعالیٰ کے حُسن و احسان کو
سب سے بڑھ کر دیکھ لیا تھا ما من داءٍ الا ولہ دواءٌ یعنی کوئی ایسی بیماری نہیں جس کی
اللہ تعالیٰ نے دوا پیدا نہ کی ہو۔ بیماریوں میں نہ صرف جسمانی بیماریاں ہی شامل ہیں بلکہ یہ لفظ اخلاقی
اور روحانی امراض پر بھی حاوی ہے۔ اور یہ صرف لفظ ہی لفظ نہ تھے بلکہ آپ نے اپنے اس دعویٰ کی
سچائی کو ثابت کر کے دکھا دیا اس طرح پر کہ وہ بدکاریاں اور روحانی اور اخلاقی بیماریاں جو عربوں کا
گویا جزو خون بن چکی تھیں کیونکہ پشتوں سے وہ انکے عادی چلے آتے تھے ان تمام کو آپ نے جڑ سے اُکھاڑ کر
جزیرہ نماء عرب کو بالکل انسے پاک کر دیا۔ ایک قمار باز کا قمار بازی سے روکنا یا ایک شراب خور کو
شراب سے باز رکھنا یا ایک زانی کو زنا سے چھڑا دینا کسقدر مشکل کام ہے مگر اس انسان کامل کی توجہ
نے شرابخوری زناکاری اور قمار بازی جیسی بدیوں کو نیست و نابود کر کے دکھا دیا اور نہ صرف اپنے
صحابہ میں سے ہی انکو دُور کیا بلکہ ایک دراز زمانہ تک مسلمان سوسائٹی کو اُنسے پاک کر دیا۔ پس
اسلامی سوسائٹی وہ سوسائٹی ہے جو ایک دراز عرصہ تک کسبیوں کی موجودگی سے بالکل پاک
رہی حالانکہ ایک بڑی بھاری قوم اور اس زمانے میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب یافتہ قوم تھی۔ اور
اسلامی علاج ہی وہ علاج ہے جو اس بدی کو دُور کر سکتا ہے جسکے دُور کرنے میں تمام انسانی کوششیں

ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ کاش کہ عیسائی صاحبان میں سے کوئی ایسے وسیع خیال کے انسان بھی ہوں جو تعصب مذہبی کے تنگ دائرہ سے نکل کر ان امور پر غور کریں کہ آیا یہ حق نہیں؟

لونڈیوں سے نکاح جسکو عموماً لونڈیوں کو گھر میں ڈال لینے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے نکاح کی ایک خاص صورت تھی جو اُس وقت کی سوسائٹی میں بلحاظ غلامی کے رواج کے بعض اوقات ضروری ہوتا تھا جیسا کہ پہلے حصص مضمون غلامی میں دکھایا جاچکا ہے اسلام کا منشا تدریجی طور پر غلاموں کے آزاد کرنیکا تھا۔ اور اسکی تعلیم کا میلان آخرکار غلامی کے قطعاً دُور کرنیکا تھا۔ اگر مسلمان سوسائٹی کے بعد کے حالات نے اس میلان کو ترقی نہ کرنے دی تو یہ اعتراض اصول اسلام پر نہیں۔ ایک امر بیشک صاف ہے کہ چونکہ اس زمانے میں شریعت اسلام کے رُو سے غلام لونڈیاں بنائے نہیں جاسکتے۔ اور خرید و فروخت کے ذریعہ یا زبردستی پکڑ کر غلام بنالینے کے رواج کی شریعت اسلامی مانع ہے۔ اس لئے موجودہ رسم لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کی بھی شریعت کے رُو سے درست نہیں کیونکہ شرعی معنوں میں وہ لونڈیاں لونڈیاں ہی نہیں۔ یہ امر کہ لونڈیوں کے متعلق شریعت اسلامی کا کیا حکم تھا اور وہ موجودہ رواج سے الگ تھا یا نہیں میں ابھی دکھاؤنگا مگر اسجگہ میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رواج لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کا جو آجکل بعض اسلامی ممالک میں درست سمجھا گیا ہے اگرچہ واقعی نکاح کی رسم ادا نہ بھی ہو تو بھی نکاح کی ہی ایک صورت ہے اور کسبیوں کی حالت یا زنا ہی ایسا ہی الگ ہے جیسا کہ خود رواج نکاح۔ پادری سیل صاحب نے اس رواج کو کسبیوں کے پیشہ کے برابر ٹھہرایا ہے اور اگر اُس نے عمداً حق کو نہیں چھپایا تو کم از کم اس میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کسبیاں وہ عورتیں ہیں جنکا پیشہ یہ ہے کہ جو شخص کچھ معاوضہ انہیں دیدے اسی سے ارتکاب زنا کریں۔ مگر لونڈی کو گھر میں ڈال لینے سے یہ منشا ہے کہ آقا اسکو بطور بی بی کے رکھے بلحاظ حیثیت کے نہیں بلکہ بلحاظ تعلقات زن و شوہر کے۔ لونڈی اپنے آقا کی جورو کی طرح ہوتی ہے اور آقا اُس لونڈی کا خاوند ہوتا ہے۔ یہ کسقدر بیحیائی ہے کہ ایسی لونڈیوں کو کسبیاں کہا جائے کیا وہ بازار میں بیٹھتی ہے یا سوائے اپنے آقا کے جو اُسکا خاوند ہوتا ہے کسی اور سے ہمبستری کرتی ہے یا کسی سے کچھ معاوضہ لیتی ہے۔ پھر یہ کسقدر جرأت ہے کہ ایک ایسے رواج کو جو بعینہٖ نکاح کے مطابق ہے خواہ اس میں رسم نکاح ادا نہ بھی ہوئی ہو کسبیوں کے پیشہ کے برابر بنایا جاوے۔ نہ ہی اس طرح لونڈی کو گھر میں ڈال لینے کو زنا ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص جو مثلاً ایک بیوی کے ہوتے ہوئے ایک لونڈی کو گھر میں ڈال لیتا ہے وہ گویا دو بیویاں رکھتا ہے وجہ اسکی یہ ہے

کہ زنا کی اولاد یا کسبیوں کی اولاد اپنے باپ کی کبھی وارث نہیں سمجھی گئی۔ مگر جو رواج لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کا ہی اسکے رُو سے یعنی ان لونڈیوں کی اولاد جو آقا سے پیدا ہوتی ہے وہ آقا کی صحیح اور جائز اولاد سمجھی جاتی ہے اور اُسکی جائز وارث ہوتی ہے بعینہٖ اُسی طرح جس طرح نکاح کی اولاد وارث ہوتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی کو بطور بیوی کے گھر میں رکھا گیا ہے۔ ورنہ اُسکی اولاد کو وہ حقوق کیونکر مل سکتے تھے جو ایک بیوی کی اولاد کو ملتے ہیں۔ ایسا ہی ایسی لونڈی کا سوائے اپنے آقا یعنی خاوند کے کسی دوسرے سے ہمبستر ہونا قانوناً زنا سمجھا جاتا ہے پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بطور بیوی کے گھر میں رہتی ہے اگر کوئی فرق ہی تو وہ صرف حیثیت کا ہے کہ وہ آزاد بیوی کے برابر حیثیت نہیں رکھتی۔ پس اگر ایسے تعلقات پر کوئی اعتراض آسکتا ہی تو وہ یہ ہی کہ وہ نکاح کی ایک ادنیٰ صورت ہے جس میں عورت کو برابری کے حقوق نہیں دیئے گئے اور رسم نکاح اس طرز پر ادا نہیں ہوئی جس طرز پر آزاد عورتوں کی رسم نکاح ادا ہوتی ہے۔ مگر زنا یا کسبیوں کے پیشہ کے یہ رواج ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ رواج نکاح۔ بلکہ یورپ کے مہذب ممالک میں جو یہ رواج چلا آتا ہے کہ خاوند کا جب جی چاہے تو علاوہ منکوحہ بیوی کے ایک یا دو یا جسقدر چاہے معشوقہ بھی رکھ لے خصوصاً انگلستان میں تو یہ بہت ہی آسان امر ہے کیونکہ صرف زنا قانون انگلستان کے رُو سے نہ فوجداری جرم ہے اور نہ ہی خالی خاوند کے زنا کی وجہ سے بی بی طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ یہ مہذب رواج...... بھی جسکی کوئی حدبندی نہیں زنا کی تعریف میں ہی آتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ اسکی روک کوئی نہیں مگر ایسے تعلقات کی اولاد جائز اولاد نہیں سمجھی جاتی۔ لونڈیوں کے گھر میں ڈال لینے کو ان تمام باتوں سے کوئی نسبت نہیں اسکو صرف نکاح کی ایک رواجی صورت کہہ سکتے ہیں جس میں باوجود بعض تفاوتوں کے نکاح کے اغراض حاصل ہیں۔ اس قسم کے رواج ابتک بعض عیسائی ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں خواہ سیلؔ صاحب کو انکا علم نہ ہو یا علم ہو تو وہ عمداً اخفا کرتے ہوں۔ خصوصاً جرمنی میں یہ رواج ابتک موجود ہے۔ ہاں فرق صرف یہ ہے کہ وہاں اگر منکوحہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو لونڈی کی اولاد کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا اور اگر منکوحہ بیوی سے اولاد کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لونڈی کی اولاد کو باپ کی جائداد کی ایک تہائی ملتی ہے۔ پس اصولاً لونڈی کو بطور بیوی کے رکھ لینے کا منشا اس سے نکاح کا ہی ہوتا ہے مگر شریعت اسلامی نے کونسا طریق پسند کیا ہے۔ اسکو میں اب بیان کرتا ہوں۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن شریف اور صحیح احادیث اور سُنّت نے لونڈی کے ساتھ نکاح کے متعلق کیا ہدایات کی ہیں۔ اسلام سے پہلی منجملہ اور بدرسوم کے ایک یہ قبیح رسم بھی مروّج تھی کہ

لونڈیوں سے مجبور کر کے کسبیوں کا پیشہ کرایا جاتا تھا اور اس سے جو مال حاصل ہوتا تھا اسکا فائدہ آقا کو پہنچتا تھا۔
اس بدرسم کا اور پھر اسلام کے ذریعہ اسکے موقوف کیئے جانیکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ولا تکرھوا فتیاتکم
علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا۔ (سورہ نور) یعنی تمہاری لونڈیاں جو
پاکدامن رہنا چاہتی ہیں انکو دنیا کے مال کے فائدہ کے لئے حرامکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور صرف اسی اصلاح پر
بس نہیں کی بلکہ ساتھ ہی اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا جسکا منشا یہ تھا کہ ہر قسم کی بدکاری کو جڑ سے کاٹ جاوے کہ
وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من
فضلہ۔ اور جنکے تم میں سے بیاہ نہیں ہوئے ہوئے انکے نکاح کردو اور ایسا ہی اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے
بھی جو نیک بخت ہوں نکاح کردو۔ یہاں صاف الفاظ میں غلاموں اور لونڈیوں کے آقاؤں کو حکم ہے کہ انکے
نکاح کردیا کریں۔ اگرچہ غلاموں لونڈیوں کا آزاد لوگوں سے الگ خیال رکھا گیا تھا مگر ضرورت کے وقت قرآن شریف نے
آزاد مرد کو لونڈی سے اور آزاد عورت کو غلام سے نکاح کرنیکی اجازت دیدی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس امتیاز کو قرآن شریف نے ایک عارضی امتیاز ٹھہرایا تھا۔ جو صورتیں اسکی قرآن کریم میں بیان ہوئی
ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ اول سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۲۔ رکوع ۲۷۔ ولا تنکحوا المشرکت حتی یومن
ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مومن خیر
من مشرک ولو اعجبکم۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو نہیں چاہیئے کہ وہ مشرک عورتوں کو
جبتک وہ ایمان نہ لے آئیں نکاح کریں بلکہ شرک کرنیوالی آزاد عورت خواہ کیسی ہی بھلی کیوں نہ لگے اس سے
مسلمان لونڈی بہتر ہے اور نہ ہی اپنی آزاد عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دینا چاہیئے جبتک کہ
وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور مشرک تم کو کیسا ہی بھلا کیوں نہ لگے اس سے مسلمان غلام بہتر ہے۔ یعنی مشرک
عورت سے نکاح کرنیکی نسبت مسلمان لونڈی سے نکاح کرلینا بہتر ہے۔ پس اس آیت کے رو سے آزاد مردوں
اور لونڈیوں اور آزاد عورتوں اور غلاموں میں نکاح جائز قرار دیئے گئے۔ دوسرا موقعہ سورۃ النساء آیت
۲۹ و ۳۰ ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنت المومنت فمن
ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنت واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن
باذن اھلھن واتوھن اجورھن بالمعروف محصنت غیر مسفحت ولا متخذت
اخدان فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنت من
العذاب ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم ۵
"اور تم میں سے جسکو مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرنیکا مقدور نہ ہو تو مسلمان لونڈی سے جو تمہارے

قبضہ میں آچکی ہیں نکاح کرلے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے (آزاد اور غلام) تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہی ہو پس لونڈی کے اہل کے اذن سے اُنکے ساتھ نکاح کرلو اور دستور کے مطابق انکے مہران کے حوالے کردو بشرطیکہ وہ نکاح کی قید میں ہوکر رہیں نہ کھلی بدکاری کرنیوالی ہوں اور نہ چھپی آشنائی رکھنے والی۔ پھر اگر وہ قید نکاح میں رہنے کے بعد ارتکاب زنا کریں تو انکی سزا آزاد بیاہی عورت کی سزا سے نصف ہے۔ یہ اجازت (لونڈیوں سے نکاح کرنے کی) تم میں سے انکے لئے ہے جسکو اندیشہ ہو کہ (اگر وہ نکاح نہ کریگا تو) کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ اور اگر تم صبر کرو تو تمہارے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اللہ بڑا حفاظت کرنیوالا اور مہربان ہے"۔ اِن آیات سے کئی باتیں صاف ہوتی ہیں سب سے پہلے تو پادری سیل صاحب کا یہ جھوٹا اعتراض ہی دُور ہوتا ہے کہ اسلام نے لونڈیوں کو کسبیوں کی طرح رکھنے کی اجازت دی۔ یہاں صاف فرمادیا ہے کہ لونڈی قید نکاح میں ہوکر رہے اور نہ کھلی بدکاری بازاری عورتوں کی طرح کرے۔ اور نہ چھپے آشنا رکھے یعنی جیسے بعض عورتیں گھروں میں رہ کر زنا کرتی ہیں۔ دوسرا ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسوقت اور کن شرائط کے ماتحت ایک آزاد مرد ایک لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ لونڈی اگر خاوند کے سوا کسی دوسرے سے تعلق رکھے گی تو اسکو مرتکب زنا سمجھکر سزا دی جاوے گی۔

جہانتک میںنے اس سوال پر غور کیا ہے قرآن کریم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آقا کو اختیار تھا کہ جسوقت جس لونڈی سے چاہے صرف اسوجہ سے کہ وہ اسکی مملوکہ ہے وطی کرے۔ یہ ایک غلط نتیجہ ہے جو اس آیت سے نکالا گیا ہے۔ والذین ھم لفروجھم حٰفظون الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم۔ اس سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ ازواج کو ما ملکت ایمانھم سے الگ بیان کرنیکا مطلب یہ ہے کہ ما ملکت ایمانھم کو بغیر زوجیت میں لانیکے آقا کو انسے وطی کرنا جائز تھا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ازواج اور مملوکت یمین کو الگ بیان کرنیکا منشا صرف اس امتیاز کو ظاہر کرنا تھا جو آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں رکھا گیا تھا۔ اس امتیاز کی شہادت قرآن کریم سے بھی ملتی ہے کیونکہ عام طور پر یہ اجازت نہیں دیگئی کہ آزاد مرد لونڈیوں سے نکاح کریں بلکہ سخت مجبوری کی حالت میں اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ایک شخص ضرورت نکاح کی بھی رکھتا ہو پھر اسے کوئی آزاد عورت خواہ وہ غریب ہی ہو نہ ملسکتی ہو پھر اُسے ڈر بھی ہو کہ اگر نکاح نہ کیا تو بدکاری میں مبتلا ہو جائیگا۔ تب وہ لونڈی سے ہی نکاح کرلے مگر پھر بھی ساتھ فرمادیا ہے کہ صبر کرو تو بہتر ہی ہے۔ پس جب خود قرآن شریف نے آزاد عورتوں اور لونڈیوں کی حیثیت میں اسقدر فرق رکھا ہے اور لونڈی کے ساتھ نکاح کی صرف مجبوری کی حالت میں اجازت دی ہے تو پھر کیا ضروری نہ تھا کہ

لونڈیوں کا ذکر ازواج یعنی آزاد عورتوں سے الگ کیا جاتا۔ لفظ زوج میں جہاں ایک طرف خاوند یا بیوی ہونیکا مفہوم موجود ہی ساتھ ہی ایک برابری کا مفہوم بھی موجود ہی کیونکہ زوج جوڑے کو کہتے ہیں یعنی وہ دونوں چیزیں ایک ہی اور ایکدوسرے کی ہم پلہ ہوں۔ مگر چونکہ لونڈی میں حیثیت کی مساوات خاوند کے ساتھ نہیں پائی جاتی تھی اسواسطے اسکو ازواج سے الگ کرکے بیان کیا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ الفاظ ما ملکت ایمانہم کا مفہوم صرف لونڈیاں نہیں بلکہ اس میں لونڈیاں اور غلام دونوں داخل ہیں پس یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ ہم ان الفاظ کے مفہوم کی تحدید نہیں کرسکتے کیونکہ ان معنوں میں اسقدر عمومیت ہے کہ تحدید کرنی لازمی ہے پس جب کسی وجہ پر ایک طرحکی تحدید ہو سکتی ہے تو کسی دوسری کافی وجہ پر کوئی اور قید بھی انہی معنوں پر لگ سکتی ہے اور یہ قید کہ وہ مملوکہ عورتیں جنکا یہاں ذکر ہے نکاح میں بھی داخل ہونی چاہیئیں نہ صرف اسی جگہ سے جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ظاہر ہے بلکہ قرآن شریف کی صریح نص جو دوسری جگہ موجود ہے اس تحدید کو ضروری ٹھہراتی ہے۔

میرا دعویٰ یہ ہے کہ جہاں قرآن شریف نے آزاد مردوں کے لئے ازواج کے علاوہ لونڈیوں کو بھی جائز ٹھہرایا تو اسکا منشاء یہ نہ تھا کہ لونڈیاں بلا نکاح ہی گھروں میں ڈال لی جاویں یا جس کی ملک میں ہوں وہ انسے بلا نکاح وطی کرے بلکہ منشاء اس حکم کا یہ تھا کہ آزاد مردوں کو یہ اجازت ہے کہ ضرورت کے وقت لونڈیوں میں سے بھی بیویاں بنالیں یعنی انکو اپنے نکاح میں لے آویں۔ اب اس دعوے کے دلائل میں بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف نے خود ہی تمام مومنوں کو صاف اور صریح الفاظ میں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عباد یعنی غلاموں اور اماء یعنی لونڈیوں کے نکاح کر دیویں۔ اب یہ دعویٰ کہ قرآن شریف لونڈیوں کے آقاؤں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ انکے ساتھ صرف انکے مملوکہ ہونیکی وجہ سے وطی کر لیا کریں پہلے حکم کے خلاف ہے۔ اگر یہ اجازت تھی تو پھر انکے نکاحوں کے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی یہ دونوں باتیں خود ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں کہ ایک طرف آقا کو کہا جائے کہ تم اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے سے کردو اور دوسری طرف اسے کہا جائے کہ تم بلا نکاح خود اس سے وطی کرلیا کرو۔ اگر لونڈی کے محض مملوکہ ہونیکی وجہ سے آقا کو اس کے ساتھ وطی کا حق پیدا ہو جاتا تھا اور ملک ہی قائمقام نکاح تھی تو پھر نکاح کا حکم کیوں دیا کیونکہ جب ایک ایسی صورت موجود ہے کہ ایک مرد اور عورت میں میاں بیوی کا تعلق موجود ہے تو پھر اس تعلق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تم اس لونڈی کا نکاح کہیں اور کردو خلاف عقل ہے۔ مگر چونکہ سورۂ نور نے قطعی طور پر آقا کو اپنی لونڈیوں کے نکاح کر دینے کا حکم صاف الفاظ میں دیا ہے پس اس حکم کے ہوتے ہوئے وہی کتاب یہ اجازت نہ دیسکتی تھی کہ آقا خود بھی بلا نکاح اسے بطور منکوحہ کے استعمال کرے۔

پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک آقا اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے مرد یا غلام ہی کر دیوے تو

کیا پھر بھی ملکِ یمین کے حق سے اس لونڈی کے ساتھ وہ وطی کر سکتا تھا؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب نفی ہے۔ یعنی ایسا حق اسکو ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر اسکا جواب نفی میں دیا جاوے تو ساتھ ہی اس دعوے کی بھی نفی ہو جائیگی کہ ملکِ یمین سے وطی کا حق آقا کو حاصل ہو جاتا تھا کیونکہ ملک یمین تو باوجود نکاح کے ویسی کی ویسی موجود رہی۔ اور اگر ملکِ یمین سے بدون کسی اور شرط کے وطی جائز تھی تو پھر مذکورہ بالا سوال کا جواب بھی ہاں ہوگا مگر قرآن شریف اس جواب کی تردید کرتا ہے جس سے ثابت ہُوا کہ قرآن شریف محض ملکِ یمین سے وطی کی بھی تردید کرتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ الفاظ ما ملکت ایمانہم کو محض مملوک کے عام اور وسیع معنوں میں نہیں لے سکتے بلکہ اوّل تو اس سے مراد مملوکہ عورتیں ہیں اور پھر انہیں سے وہ عورتیں جنکو بطور بیویوں کے نکاح میں لایا گیا ہے اس طریق پر جو سورۂ نساء آیت ۲۹ و ۳۰ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں ان آیات میں لونڈیوں سے نکاح کا صاف الفاظ میں حکم دیا ہے وہاں بھی وہی الفاظ ما ملکت ایمانکم ہی استعمال کئے ہیں اب یہ بات ظاہر ہے کہ لونڈیاں جنسے نکاح کیا گیا ہے وہ بھی ما ملکت ایمانکم میں ہی داخل ہیں پس ہمیں ماننا پڑیگا کہ اس آیت والذین ہم لفروجہم حافظون الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم میں منکوحہ لونڈیاں جنکے ساتھ حسب ارشاد آیت سورۂ نساء نکاح کئے گئے ہیں اور ایسا ہی دوسری منکوحہ لونڈیاں بھی الفاظ ما ملکت ایمانہم داخل ہیں۔ کیونکہ نکاح سے وہ مملوک ہونیسے نہیں نکل گئیں۔ پس جس صورت میں کم از کم ما ملکت ایمانہم میں منکوحہ لونڈیاں بھی داخل ہیں تو یہ مفہوم ان الفاظ سے نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ صرف وہی لونڈیاں ہیں جنسے ملک یمین سے وطی کیجاوے اور ملک یمین کی شرط مفقود ہو گئی۔ علاوہ ازیں جب قرآن کریم نے اسبات کی تصریح کر دی کہ کن صورتوں میں آزاد مرد لونڈیوں سے نکاح کر سکتا ہے تو یہ خیال کرنا کہ اسکے علاوہ کوئی اور قانون بھی ہے جسکا قرآن شریف میں ذکر نہیں غلطی ہے۔ ان آیات میں ومن لم یستطع منکم طولاً میں کُل آزاد مرد داخل ہیں۔ اور کوئی استثناء نہیں کہ جسکے ہاں لونڈی اپنی ملک کی موجود ہو وہ نکاح نہ کیا کرے۔

اسی کی شہادت قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ملتی ہے۔ سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے۔ قد علمنا ما فرضنا علیہم فی ازواجہم و ما ملکت ایمانہم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج اور ما ملکت ایمانہم کے معاملہ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مقرر فرمایا ہے اسکا ذکر قرآن شریف میں کسی جگہ کیا بھی گیا ہے۔ سو یہ ذکر سوائے سورۂ نساء کی ان آیات کے جو اوپر لکھی گئی ہیں اور کسی جگہ موجود نہیں یہی ایک

مقام ہے جہاں مفصل یہ بیان فرمایا ہے کہ کن حالات میں لونڈیوں سے نکاح کرنا چاہیئے اور کس طرح انکا مہر ادا کرنا چاہیئے۔ پس سورہ احزاب میں جو اشارہ ہے وہ انہیں آیات کی طرف ہے۔ اس کے سوائے دوسری آیات میں جہاں اس کے ذکر نہیں کہ مومنوں کو ازواج اور ماملکت ایمان کے سوائے اپنے فروج کے حفاظت کرنی چاہیئے۔ سوائے مقامات پر ازواج یا ماملکت ایمان کے بارہ میں کچھ بیان نہیں کیا۔ یہ بیان ازواج کے متعلق تو قرآن شریف کے مختلف مقامات میں ہے مگر مملوکوں کے بارہ میں سوائے سورۂ نسار کی ۲۹ اور ۳۰ آیت کے اور کسی جگہ نہیں۔ پس قرآن شریف نے خود یہ تصریح فرمادی ہے کہ ماملکت ایمانھم کے بارہ میں جو کچھ قرآن شریف میں دوسری جگہ فرض کردیا گیا ہے اسکے سوا اور اسکا کچھ منشار نہیں۔

ایک موقعہ اور بھی قابل ذکر ہے۔ سورۂ نسار کی ابتدائی آیتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارہ میں جنکو تم اپنے نکاح میں لاؤ) انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو (دوسری) عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تم کو اندیشہ ہو کہ کئی بیویوں میں عدل نہ کرسکو گے تو پھر (نکاح کرو) ایک ہی بی بی سے یا انسے جنکے تمہارے دہنے ہاتھ مالک ہوچکے۔ اب اس میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا کہ واحدۃ اور ماملکت ایمانکم دونوں فعل جسقدر انکحوا کے نیچے ہیں۔ دوسرا کوئی فعل اس آیت میں یا اس سے پہلی آیتوں میں ایسا نہیں جسکے متعلق انکو کرسکیں۔ کم از کم اس سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ واحدۃ اور ماملکت ایمانکم ایک ہی حالت میں ہیں اگر ایک ہی بی بی بغیر نکاح کے آدمی کے لیئے درست نہیں ہوسکتی تو ماملکت ایمانکم بھی بغیر نکاح کے درست نہیں ہوسکتی پس یہ آیت بھی لونڈیوں سے نکاح پر قطعی دلالت کرتی ہے۔ مگر اس جگہ بھی وہ احکام بیان نہیں ہوئے جنکا اشارہ سورہ احزاب میں پایا جاتا ہے بلکہ تفصیل احکام کے لیئے ہمیں انہیں آیتوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو ومن لم یستطع سے شروع ہوتی ہیں

اس طرح پر کم از کم چار موقعہ قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن میں بڑی صفائی اور وضاحت سے لونڈیوں کے نکاح کا حکم یا بیان ہے۔ یعنی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۲ جس میں یہ ارشاد ہے کہ نکاح کرنیکے وقت آزاد مشرکہ پر مسلمان لونڈی کو ترجیح دیجاوے۔ سورۂ نور کی ۳۲ ویں آیت جس میں صاف حکم ہے کہ اپنے غلام اور لونڈیوں کے نکاح کردیا کرو۔ سورۂ نسار کی تیسری آیت جس میں لونڈیوں سے نکاح کرنیکی اجازت ہے اور اسی سورۃ کی انتیسویں اور تیسویں آیتیں جن میں وہ حالات بیان کیئے گئے ہیں

جنکے ماتحت ایک آزاد مسلم مسلمہ لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اور صرف دو موقعہ ایسے ہیں جن میں قرآن شریف نے
سوائے ازواج اور ماملکت ایمان کے دوسری عورتوں سے منع کیا ہے۔ جس سے مِلکِ یمین نکالی جاتی ہے۔ مگر
مَیں یہ دکھا چکا ہوں کہ اس جگہ مقصود صرف آزاد عورتوں اور لونڈیوں کا مقابلہ ہے۔ اور الفاظ ماملکت ایمانہم
کے یہ معنی نہیں لئے جاسکتے بلکہ انپر بعض قیود لگانی پڑتی ہیں۔ مثلاً ایک طرف جب قرآن شریف ہی حکم دیتا ہے کہ
اپنی لونڈیوں کے نکاح کردیا کرو تو کم از کم ایسی منکوحہ لونڈیوں کے ساتھ ملک یمین سے وطی جائز ہوسکتی تھی۔
بلکہ پھر یہ فعل زنا کی تعریف میں آئیگا۔ ایسے ہی یہ قید بھی ضروری ہے کہ وہ لونڈیاں بغیر نکاح کے تصرف میں نہ
لائی جاویں کیونکہ اسکا ذکر سورۂ نساء کی آیت ۲۹ و ۳۰ میں بالصراحت موجود ہے۔ اور علاوہ ازیں ازواجکا
مقابلہ مملوک سے خود انہی معنوں کو چاہتا ہے۔ گویا مقصود ان مقامات پر صرف اسقدر بیان کرنیکا ہے۔ کہ
لونڈیوں کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔ کن صورتوں میں جائز ہے اسکا پتہ دوسرے مقام سے ملتا ہے۔
علاوہ ازیں یہ بات خود ظاہر ہے کہ جہاں مرد و عورت کے تعلق کا ذکر ہے وہاں نکاح کا مفہوم خود ضروری
ہے۔ اسکی مَیں دو مثالیں دیتا ہوں سورہ نساء میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان خفتم الا تقسطوا
فی الیتمٰی۔ اس جگہ لفظ تو صرف یتامٰی بولا۔ مگر مراد اس سے ہر قسم کے یتیم نہیں بلکہ یتیم لڑکیاں اور ان
میں بھی وہ جو باوجود ولی ہونیکے نکاح میں لائی جاویں درحقیقت یہ موقعہ ماملکت ایمانہم سے خوب
مطابقت کھاتا ہے۔ یہاں صرف یتامٰی کا ذکر کرکے مراد لیا ہے یتیم لڑکیاں جو نکاح میں لائی جاویں
وہاں صرف مملوک کا ذکر کرکے مراد لیا ہے مملوکہ عورتیں جو نکاح میں لائی جاویں اگر کسی کو ایک جگہ ایسے
معنے لینے میں اعتراض ہے تو دوسری جگہ کیوں نہیں۔ دوسرا موقعہ سورۂ احزاب کی آیت ہے یایہا النبی
انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک
وبنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خلتک التی ھاجرن معک۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کی گئی ہیں۔ اوّل آپکی ازواج
جنکے آپ مہر دے چکے ہیں۔ دوئم۔ مملوکہ یمین جو خدا نے آپ کو دی ہیں۔ سوئم۔ چچا اور پھوپھیوں اور
ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ اب اگر مملوکہ یمین بغیر ازواج کے داخل ہونیکے حلال ہوتیں تو پھر
چاہیئے کہ قسم سوئم کی عورتیں یعنی چچا وغیرہ کی بیٹیاں بھی بغیر ازواج میں داخل ہونیکے حلال ہوتیں۔
پس ایک تو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ملک یمین والی عورتیں بھی آپکے لئے اسی صورت میں حلال
تھیں کہ آپ انسے نکاح کرتے۔ جیساکہ چچا وغیرہ کی بیٹیاں بھی نکاح کرنے کے بعد ہی حلال تھیں
اور دوسرا یہ ثابت ہوا کہ اسی قسم کی آیت جو الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم ہے

وہاں بھی ملک یمین والی عورتیں ازواج کی طرح ہی نکاح میں آنی چاہئیں۔ میں نہیں سمجھتا اس سے بڑھکر صریح شہادت اس امر کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ لونڈیوں کے ساتھ نکاح ضروری تھا خواہ وہ اپنی لونڈی ہو یا دوسرے کی۔

یہ تو قرآن شریف کی شہادت ہے اور اس سے بڑھکر معتبر شہادت اور کوئی پیش نہیں ہو سکتی مگر دو ذرائع شہادت کے اور بھی ہیں جو قرآن کریم کے موید ہیں۔ یعنی حدیث اور سُنّت یا عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کبار رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے حدیث میں میں سب سے زیادہ معتبر کتاب بخاری کو لیتا ہوں کہ اس میں اس امر کے متعلق کونسی حدیثیں آئی ہیں کوئی حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ایسی نہیں ملتی جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ صرف ملک یمین سے اور بغیر نکاح کے لونڈی سے وطی کرنا جائز ہے۔ بلکہ ایک ہی حدیث جو اس امر کے متعلق ملتی ہے اس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ یہ حدیث امام بخاری علیہ السلام نے دو جگہ دو مختلف روایتوں سے بیان کی ہے۔ ایک غلاموں کی آزادی کے باب میں۔ اور دوسری جگہ نکاح کے باب میں۔ پہلے موقعہ پر جس طرح یہ حدیث آئی ہے اسکو میں اپنے موقعہ پر گذشتہ مضامین میں بیان کر چکا ہوں۔ دوسرے موقعہ پر یہ حدیث اس طرح پر آئی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمھا فاحسن تعلیمھا و ادبھا فاحسن تادیبھا ثم اعتقھا و تزوجھا فلہ اجران و ایما رجل من اھل الکتاب آمن بنبیہ و آمن بی فلہ اجران و ایما مملوک ادی حق موالیہ وحق ربہ فلہ اجران۔ ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس لونڈی ہو پھر وہ اُسے تعلیم دے اور نہایت عمدہ تعلیم دے اور اسکو اخلاق سکھائے اور نہائت عمدہ اخلاق سکھائے پھر اسکو آزاد کرے اور پھر اس سے نکاح کرے تو اسکو دوہرا اجر ملیگا۔ اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر ایمان لائے اور مجھ پر بھی ایمان لائے تو اس کو دوہرا اجر ملیگا۔ اور جو غلام اپنے آقا کا حق ادا کرے اور اپنے رب کا حق بھی ادا کرے تو اس کو دوہرا اجر ملیگا۔ اب ان الفاظ سے یہ مطلب نہیں کہ جو شخص ان باتوں کی خلاف ورزی کرے اسکو بھی ایک اجر ضرور ملیگا۔ مثلاً اہل کتاب میں سے جو شخص اپنے نبی پر ایمان لاتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا وہ نافرمان ہے اور غلام جو اپنے آقا کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری نہیں کرتا وہ بھی بے فرمان ہے۔ اسیطرح جو شخص لونڈی کو بغیر تعلیم دینے اور آزاد کرنیکے اور بغیر نکاح کرنیکے وطی کرتا ہے وہ بھی نافرمان ہے۔

تینوں صورتیں ایک سی ہی ہیں۔ گویا انہیں صرف ترغیب ہی نہیں بلکہ حکم ہے کہ ہر ایک آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہیئے دوہرا اجر اسواسطے کہا کہ دو کام نیکی کے ایسے شخص نے کئے۔ لونڈی کو تعلیم بھی دی اور اسے آزاد کر کے اس سے نکاح بھی کیا۔ اہل کتاب اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایمان لایا غلام نے اپنے آقا کا حکم بھی مانا اور خدا وند تعالیٰ کے احکام کو بھی بجا لایا۔ اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسقدر تاکید کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی اپنی لونڈی ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُسے تعلیم بھی اعلیٰ درجہ کی دے آزاد بھی کرے اور پھر اس سے نکاح بھی کرے۔

ایک اور حدیث جسے امام بخاری علیہ السلام نے باب نکاح میں ہی بیان کیا ہے اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلثا یبنی علیہ بصفیۃ بنت حیی فدعوت المسلمین الی ولیمتہ فما کان فیھا من خبز ولا لحم امر بالانطاع فالقی فیھا من التمر والاقط والسمن فکانت ولیمتہ فقال المسلمون احدی امھات المؤمنین او مما ملکت یمینہ فقالوا ان حجبھا فھی من امھات المؤمنین وان لم یحجبھا فھی مما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطی لہ خلفہ ومد الحجاب بینھا وبین الناس۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن ٹھہرے جہاں صفیہ بنت حیی بطور عروس کے آپکے پاس لائی گئی۔ پھر مینے مسلمانوں کو آپکے ولیمہ کے لئے دعوت کی اور اس میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ پھر دستر خوان بچھائے گئے اور انہیں کھجوریں اور پنیر اور گھی ڈالا گیا سو یہ آپ کا ولیمہ تھا۔ پھر مسلمانوں نے آپس میں کہا کہ آیا امہات المؤمنین میں سے ایک ہونگی یا ماملکت یمینہ میں سے یعنی لونڈیوں میں سے۔ آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر آپ انکو پردہ میں رکھیں تو انہیں امہات المؤمنین میں سے سمجھنا چاہیئے اور اگر پردہ نہ رکھیں تو ماملکت یمینہ میں سے ہونگی پس جب آپنے کوچ کیا تو اپنے پیچھے صفیہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا اور انکے اور اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

اس حدیث سے بہت سے ضروری نتائج پیدا ہوتے ہیں پہلا نتیجہ جسکو مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں یہ ہے کہ یہودیوں کو فتح کرنے کے بعد بھی آپ اپنے صحابہ کی دعوت میں گوشت اور روٹی نہیں دے سکتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر جھوٹ ہے جو کہا جاتا ہے کہ آپ کی جنگیں لوٹ کی خاطر تھیں۔ یہودیوں کی قوم ہو جو دنیا میں ہر جگہ اپنی دولتمندی کے لئے مشہور رہے ہیں اور جو مدت تک عیسائی بادشاہوں کے ہاتھوں سے سخت ظلم اُٹھاتے رہے محض روپے کی خاطر۔ اور انکو فتح کرنے کے بعد بھی آپ کی اور آپکے صحابہ کی یہ حالت ہو

بس یہ کسقدر ظلم ہے جو کہا جاتا ہے کہ لوٹ کی خاطر سب کچھ کرتے تھے؟ مگر اس بحث سے اسجگہ ہمیں کوئی تعلق نہیں مضمون زیر بحث کے متعلق جو نتیجہ اس سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ازواج اور ماملکت ایمان یعنی بیویوں اور لونڈیوں میں سوائے حجاب کے اور کوئی فرق نہ تھا۔ کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ نکاح بھی ہو چکا اور ولیمہ بھی ہو چکا تھا اور ابھی مسلمان متذبذب تھے کہ آیا انہیں آپ کی بیوی قرار دیں یا لونڈی۔ اور آخر حجاب پر فیصلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی میں سوائے حجاب کے اور کوئی فرق نہ تھا۔ نکاح وغیرہ کے مراسم اور باقی سب امور میں دونوں یکساں تھیں حضرت صفیہ جنگ میں بطور قیدی کے آئی تھیں اور آپ نے انسے نکاح بھی کیا اور ولیمہ بھی ہوگیا مگر انہیں سے کوئی بات ایسی میز نہ تھی جس سے یہ فیصلہ ہو جاتا کہ وہ ام المومنین ہیں یا مملوکہ۔ فیصلہ کن امر صرف یہ تھا کہ حجاب میں رکھتے ہیں یا نہیں اس سے ساری مشکلات حل ہو جاتی ہیں کیونکہ اصل تمیز حرہ اور مملوکہ میں نکاح کی نہ تھی بلکہ حجاب کی تھی۔ اور یہ قرآن شریف کے بھی مطابق ہے کیونکہ قرآن شریف نے بھی اور کوئی فرق حرہ اور مملوکہ میں قرار نہیں دیا سوائے اس کے کہ مملوکہ کا مرتبہ حرہ کے برابر نہ تھا اور اسی لئے وہ پردہ میں نہ رکھی جاتی تھی ورنہ نکاح ایسا ہی ضروری تھا جیسا حرہ کی صورت میں۔

ایک اور حدیث سے جو وہ بھی بخاری میں مذکور ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلی صفیہ آزاد بھی کردی گئی تھیں۔ اس کے بعد بھی صحابہ کی متذبذب ہونیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود آزاد کرکے نکاح کرنے کے بھی ایک عورت ماملکت ایمان میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور صحیح اور میز فرق حرہ اور مملوکہ میں سوائے حجاب کے کچھ نہ تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث کا منشاء ہے کہ مالک کو حکم تھا کہ اگر وہ خود لونڈی سے نکاح کرنا چاہے تو اسکو آزاد کرنیکے بغیر نہ کرے یہی وہ طریق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صفیہؓ کے نکاح میں ملحوظ رکھا۔ ان صحیح اور یقینی احادیث کے خلاف جنکی قرآن شریف سے بھی تائید ہوتی ہے اگر کوئی کم پایہ کی ایسی حدیث بھی ہو جس میں کوئی ایسا واقعہ مروی ہو کہ کسی شخص نے ملک یمین سے وطی کی تو ایسے بلا تائید بیان کی ہم تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسکی تردید کرتے ہیں۔

تیسرا ذریعہ شہادت کا امر زیر بحث کے متعلق رسول اللہ علیہ وسلم کا اپنا طریق عمل ہے۔ کیونکہ ملک یمین جیسی مومنوں کے لئے جائز تھی ویسی ہی آپ کے لئے بھی جائز تھی۔ اس امر کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ ملک یمین والی عورتوں میں سے جویریہ اور صفیہ آپ کے پاس تھیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ ان دونوں کو آپ نے آزاد کر کے انکے ساتھ نکاح کیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں آپ کے ملک یمین میں آچکی تھیں کیونکہ سراری میں تھیں پھر آپکو کیا ضرورت تھی کہ انکو آزاد کرتے اور پھر انسے نکاح کرتے۔ آپ کے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا منشاء وہی تھا جو آپنے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ جسکے پاس لونڈی ہو اُسے چاہیئے کہ

اُسے تعلیم دے اور آزاد کرے اور پھر اُس سے نکاح کرے۔ ایک طرف آپ کے لفظ اور دوسری طرف آپ کا امہات المومنین جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہما سے یہ طریق عمل کہ محض مِلکِ یمین سے انکو اپنے تصرف میں نہیں لائے۔ بلکہ ہر دو کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا۔ یہ قول اور فعل بھی اگر کسی کو اس بات کے حق ہونیکے قائل نہیں کر سکتے تو اسکا تو میری پاس کوئی جواب نہیں۔ لیکن جو شخص آپ کے قول اور فعل کی پیروی کرنا چاہتا ہو اسکے لئے یہ شہادت کافی ہے۔ ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کے متعلق جو کہا گیا ہے کہ وہ ہر دو مِلکِ یمین سے آپ کے تصرف میں تھیں بالکل غلط ہے۔ ماریہ کے متعلق اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ حجاب میں رکھی گئی تھیں۔ اور جیسا کہ اُمّ المومنین صفیہ کے نکاح والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے حجاب ہی اصل امتیاز حرہ اور مملوکہ کے درمیان تھا پس جب ماریہ حرہ تھیں تو نکاح بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ ریحانہ کے متعلق بھی متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے آزاد کرکے اُس سے نکاح کیا۔ علاوہ ازیں اس امر کو تمام مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ آپ نے نہ کبھی کوئی غلام رکھا اور نہ لونڈی بلکہ جبھی آپکی مِلک میں کوئی غلام یا لونڈی آتا آپ اُسے آزاد کر دیتے پھر کیونکر ممکن تھا کہ آپ خدمتگاروں تک کو تو غلامی میں رکھنا پسند نہ کرتے اور بیویوں کو غلامی میں رکھتے۔ آپ کے بعد ہمارے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عمل دیکھنا کافی ہے سو اُنکے متعلق بھی یہ بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ کوئی لونڈی اُنکے پاس نہ تھی جسکے ساتھ وہ مِلکِ یمین سے وطی کرتے ہوں۔

مَیں نہیں سمجھتا کہ اگر نکاح اور مِلکِ یمین دو الگ الگ باتیں ہوتیں اور جیسا نکاح سے مرد اور عورت کا تعلق جائز سمجھا جاتا تھا ایسا ہی صرف مِلکِ یمین سے بغیر نکاح کے ایسا تعلق جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا عمل کیوں اسکے خلاف ہوتا بلکہ چاہیئے تھا کہ جس طرح اُنکے پاس منکوحہ بیویاں تھیں کچھ ایسی عورتیں بھی ہوتیں جنہیں وہ مِلکِ یمین سے بغیر نکاح کے اپنے تصرف میں لاتے۔

یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ کوئی حدیث جس سے مِلکِ یمین کے ساتھ لونڈی کا تصرف میں لانا معلوم ہوتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی بلکہ آپکے الفاظ صاف نکاح کی ہی تائید کرتے ہیں۔ پس جو اس قسم کی روایتیں ہیں اوّل تو اُنسے نکاح کی نفی نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی تو وہ قرآن شریف و صحیح احادیث اور سنت کے خلاف ہیں۔ اس لئے ہم اُنکو مان کر اِن تینوں کو نہیں چھوڑ سکتے جنپر مذہب اسلام کی بنا ہے۔ علاوہ ازیں لونڈیوں کے متعلق اس قسم کی ممانعتیں موجود ہیں جیسی منکوحہ عورتوں کے متعلق مثلاً یہ کہ دو بہنوں کا اکٹھا رکھنا یا بیٹے کا باپ کی موطوءہ لونڈی کو تصرف میں لانا وغیرہ وغیرہ جو صاف طور پر قرآن شریف کے اُس حکم سے لی گئی ہیں جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے حرمت علیکم امھاتکم ... الی آخر الایۃ۔ یعنی اِن عورتوں سے تمہارے لئے نکاح کرنا حرام ہے ورنہ لونڈیوں کیلئے کوئی الگ حکم قرآن شریف میں موجود نہیں کہ فلاں فلاں قسم کی لونڈیاں حرام ہیں۔ اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ لونڈیوں کے ساتھ اسی طرح نکاح کیا جاتا تھا خواہ آزاد کرکے یا آزاد کرنیکے بعد جس طرح حرہ عورتوں سے نکاح کیا جاتا تھا۔

عصر جدید کا بے وجہ جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصلی غرض

ایڈیٹر صاحب عصر جدید نے بعنوان "نئے مسیحیوں کا طیش" اپنے اکتوبر کے پرچے میں ایک نوٹ لکھا ہے جسمیں انکا
غضب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اس سلسلہ کو شیطانی سلسلہ کہتے ہوئے نہ ہی شرم دامنگیر ہوئی اور نہ ہی وہ جھوٹ
موٹ کی تہذیب مانع ہوئی جسکا آپ کو بڑا دعویٰ ہے۔ آپکی ناراضگی اس امر پر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے
مریدوں نے انکے مضمون کے جواب میں بڑے بڑے مضمون کیوں لکھے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ خواجہ صاحب
نے خود ہی پہلے شوق سے کہا کہ جواب لکھا جاوے پھر شکائت کیوں اور غضب کیسا۔ آپنے اگست کے پرچہ پر بالخصوص
یہ لکھکر یا لکھوا کر اس سلسلہ کی ساری اخباروں اور دفتروں میں بھیجا کہ اس پرچہ پر ضرور ریویو کیا جائے اور دیگر
معززین سلسلہ کے پاس بھی یہ پرچہ بھیجا جو اسکے خریدار نہ تھے۔ اب اگر ہماری جانب سے آپکی تحریر کو لغو و فضول
سمجھکر خاموشی ہوتی تو پھر آپ خدا جانے کس زور شور سے پبلک میں یہ امر پیش کرتے کہ ہمارے ریویو کا جواب
نہیں بن سکا۔ لیکن جب آپکی اپنی استدعا کے موجب اسپر ریویو لکھا گیا اور جس جس کے پاس آپنے بھیجا تھا
اسی نے لکھا تو اب آپ لکھنے والوں کو پاغل قرار دے رہے ہیں کہ "وہ دیوانہ وار اور اول فول بکنے لگے"۔
کیا یہی آپکی تہذیب ہے۔ یا تو خود استدعا نہ کرتے اور اس صورت میں شائد ہی کوئی احمدی آپ کی تحریر کی پروا
کرتا۔ اور اگر آپنے خود مانگ کر یہ موت لی ہے تو اب اس پیالہ کو پی جانیسے کیوں گھبرا رہے ہیں۔ خواجہ صاحب!
آپنے تو منشی ذوالفقار علی خانصاحب کے ان الفاظ کی شکائت کی کہ انہوں نے آپ کو کمزور دماغ یا حاسد یا
گورنمنٹ کا باغی کیوں کہا اور آپ کو خود یہ شرم نہ آئی کہ آپنے اہل اسلام کو عیسائی کہا۔ اور اپنے "ایک لائق
دوست کو جو بی اے اور وکیل چیف کورٹ" آپکے اپنے الفاظ میں ہیں دیوانہ اور سڑی کہا اور انکی تحریر کو
بکنا قرار دیا۔ اور اپنے ایک دوسرے معزز دوست کو جو اسوقت ایک معزز عہدہ پر آپکے کالج فیلو ہیں کمینہ کہا۔
اور پھر اس سلسلہ کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسکو تین لاکھ مسلمان اپنا پیشوا مانتے ہیں صاف الفاظ
میں شیطان اور طاغوت کے نام سے پکارا اس جوش خروش کی کیا ضرورت ہے اور آپکو کیا ضرورت پیش آئی
ہے کہ اتنی مدت علیگڈھ میں تعلیم پاکر اب لاہور کے جعفر زٹلی اور امرتسر کے مولوی ثناء اللہ کے نقش قدم پر چلنے
لگے ہیں۔ کیا ایسی باتیں لکھنے کے لئے وہ کافی نہیں جو اب آپ انکا ہاتھ بٹانے کے لئے نکلے ہیں۔ کیا وہ گالیاں
نکالکر یا استہزا کر کے جیت گئے ہیں اور اس سلسلہ کی ترقی کو روک دیا ہے جو آپ روکدینگے۔ سوچو اور غور کرو۔
مینے ماہ اکتوبر کے پرچہ میں آپکو لکھا تھا کہ آپ کا ان اصول کو ہاتھ میں لیکر بحث کرنا ہی غلطی ہے

مگر آپنے اس طرف ابتک توجہ نہیں کی۔ قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے اس کے رُو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدّعی نبوّت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اسکا حق پر ہونا کھل جائے۔ عیسائیوں کے ہاتھوں میں توریت موجود ہے اور ہزاروں انبیاء کے نمونے اُنکی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں مگر کبھی وہ اپنی بحث کو اس رُخ پر نہیں لائینگے کہ توریت نے وہ کونسا امتیازی نشان پیش کیا ہے اور ہزاروں انبیاء کی زندگی میں وہ کونسا امتیازی نشان پایا جاتا ہے جس سے نبی کی نبوت اور منجانب اللہ ہونے پر قطعی اور یقینی ثبوت ملتا ہے۔ اسی واسطے قرآن شریف نے بھی یہودیوں اور عیسائیوں کو یہی کہا کہ فاتوا بالتوریۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں نے آجتک یہ پہلو اختیار نہ کیا۔ ورنہ ایک نہائت آسان راہ تھی۔ اسی طرح پر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کے مخالفین استہزا اور اعتراض کرنے اور گالیاں دینے میں تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانیکی کوشش کر رہے ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ قرآن شریف نے کونسا امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق کرنیکے لئے رکھا ہے آؤ اسکے رُو سے اس مدعی کے دعوے کو بھی پرکھیں کوئی طالب حق ہوتا تو اسپر بڑی آسانی سے یہ بات کھل جاتی کہ کیوں قرآن شریف نے ایک دو سورتوں میں نہیں بلکہ بار بار اسبات کا اعادہ کیا ہے کہ کیونکر خدا نے اپنے نبیوں کو اسوقت جب کوئی انکا مددگار اور معاون نہ تھا اور چاروں طرف مخالف ہی مخالف تھے کامیابیوں کے وعدے دیئے۔ اور آخر دشمنوں کی تمام کوششوں کو نامراد کرکے اپنی نصرت کے وعدوں کو پُورا کیا۔ کیا یہ قصّے عبث بیان کئے گئے ہیں یا محض کہانی کے طور پر نہیں بلکہ یہ نصیحت اور عبرت کے لئے تھے تا مسلمان ٹھوکر نہ کھائیں کہ خدائے تعالیٰ نے حق اور باطل میں کونسا امتیازی نشان قائم کیا ہے۔

مینے اُسی مضمون میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اگر مذہب کی غرض خدا کی ہستی پر یقین پیدا کرنا ہے تو خواجہ صاحب یاد رکھیں کہ اس غرض کو آج سلسلہ احمدیہ کے سوا روئے زمین پر اور کوئی پُورا کرنے والا نہیں۔ یہ جو اصلاح خواجہ صاحب کر رہے ہیں یا کرنیکے مدعی ہیں۔ وہ خشک لفاظی ہے جب انسان کو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول پر زندہ ایمان اور یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سب اصول کی پابندی کے وہ قابل ہو جاتا ہے۔ عدل و انصاف۔ کفائت شعاری قومی اتفاق۔ سعی و محنت سب اسی کا نتیجہ ہیں" اس امر کو ایڈیٹر صاحب عصر جدید حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں لکھتے ہوئے تو کبھی تسلیم نہ کرتے مگر انکی کوششوں کی ناکامی نے آخر اُنسے یہ اقرار اسی پرچہ میں کرا دیا۔ چنانچہ شبرات کی آتش بازی کے متعلق لکھتے ہوئے وہ لکھتے

ہیں وہ انجمن اصلاح تمدن نے بہت زور اور وضاحت کے ساتھ ہر قسم کی فضول خرچی کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا۔ مگر اب تجربہ بتا تا جاتا ہے کہ فضول خرچی طبیعت کی اُس حالت کا نتیجہ ہے جسکا دوسرا نام بدمذہبی اور لامذہبی ہے۔ جو لوگ سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہیں جنکا یقین ہے کہ اس زندگی میں کوئی چیز اپنی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بندوں کے اور اپنے فائدے یعنی بہترین استعمال کے واسطے امانت ہے وہ ایسی لغویات میں کبھی نہیں پڑ سکتے" اس سے ناظرین خواجہ صاحب کی اصلاح کی اصل حقیقت کو سمجھ گئے ہونگے کہ وہ اس سے بڑھکر کچھ نہیں کرسکتے کہ چند باتیں کردیں۔ اس کا نام اصلاح رکھنا غلطی ہے۔ یہ تو آپکی کفائت شعاری کے اصول کا حال ہے کہ اسپر عمل کرنیکے لئے ضرورت ہے کسی بر تر طاقت کی اور وہ طاقت پیدا ہوتی ہے خدا کی ہستی پر یقین کامل اور زندہ ایمان سے۔ پھر جب آپکے اصولوں کا یہ حال ہے تو انکی بنا پر آپ ایک مامور من اللہ کو کس طرح پرکھ سکیں گے۔ سچ بات یہی ہے جو ہمنے پہلے بھی کہی تھی اور جس کا مؤید اب آپ کا یہ اپنا اقرار ہے کہ نہ تو آپکے یہ اصول بذات خود انسان میں عمل کی طاقت پیدا کرتے ہیں اور نہ ہی یہ اس قابل ہیں کہ اُنکی بنا پر آپ ایک شخص کے منجانب اللہ ہونیکے دعوے کو پرکھ سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات پر وہ زندہ اور کامل یقین پیدا کرتے ہیں جسکے بغیر نہ کفائت شعاری کے اصول پر عمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی عدل اور انصاف پر۔ ہمنے اسی اکتوبر کے رسالے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر مذہب کی غرض خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے تو اس غرض کو آج روئے زمین پر سلسلہ احمدیہ کے سوا اور کوئی پورا کرنیوالا نہیں۔ اس دعوے کو آج کچھ بسط اور دلائل کے ساتھ میں لکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے اول یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے اوّل یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں اور دوسرا یہ کہ اُسکی نبوت کو اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں چنانچہ قرآن شریف کے پڑھنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہیں۔ ان میں اوّل الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اسواسطے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا جس طرح آج نادان معترض اعتراض کر رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں اسی طرح عیسائیوں نے بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپنے اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے برابر بنانا چاہا اور ایسے احکام دیئے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ حالانکہ ان احکام کا منشاء تو صرف یہ تھا کہ اگر تم رسول کی پیروی نہیں کروگے جسے خدا نے تمہاری ہدایت کے لئے ایک نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور جس کے وجود میں زندہ نشان اپنی ہستی کے رکھے ہیں تو اللہ تعالیٰ پر تمہیں کہاں ایمان پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے

احکام کی فرمانبرداری کی طاقت کیونکر مل سکتی ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ بعینہٖ اُسی قدیم سُنّت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ سو آپکا اپنے دعوے کو پیش کرنا اس لئے نہیں کہ یہ آپکے مشن کا اصل مقصد ہے بلکہ یہ تو ایک ذریعہ اس مقصد تک پہنچنے کا ہے چنانچہ اس امر کو آپ بارہا اپنی تحریروں اور تقریروں میں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی میرے مامور فرمانے سے غرض تو صرف یہ ہے کہ تا لوگونکو اسکی ہستی پر زندہ ایمان پیدا ہو اور وہ گناہ سے نجات حاصل کریں۔ باقی رہا موت مسیح کا مسئلہ یا ایسے ہی اور مسائل یہ تو اتفاقی بحثیں ہیں جو درمیان میں آگئی ہیں۔

پس اس سلسلہ کی اصل غرض جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین تام اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنی زندگی کا اصل مقصد حاصل کر سکتا ہے یعنی یہ کہ گناہ سے نجات حاصل کرے اسی دنیا میں عالمِ آخرت کی لذّات کا مشاہدہ کر لے۔ اور یہ بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ اس مقصد کو پورا کرنیوالا اسوقت سوائے اِس سلسلہ کے کوئی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محض نظارۂ قدرت سے خدا کی ہستی پر یقین کامل پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کسی نبی کے آنیکی ضرورت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے پے در پے نبی اور رسول بھیجنے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی کے ظہور کے کچھ مدّت بعد وہ ایمان دلوں سے اُٹھ جاتا تھا اور اس لئے پھر دوسرا نبی اس ایمان کو از سر نو تازہ کرنیکے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ایک انبیاء کے سلسلہ کو ماننے والے کے لئے اس سے زیادہ واضح ثبوت اس بات کا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سُنّت چلی آئی ہے کہ جب کبھی دنیا کے لوگ خدا سے بالکل قطع تعلّق کر کے دُنیا پر جھک پڑے اور اُنکے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ایمان اور کامل یقین گم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بعثت سے ہی اسکا علاج کیا اور یہ کبھی نہیں ہُوا کہ ایسے وقت میں کوئی انسانی کوشش کبھی کارگر ہوئی ہو۔ اس سے ایک غور کرنیوالی طبیعت سمجھ سکتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا وجود نبی کی زندگی میں اور اسکے کچھ عرصہ بعد تک تو پایا جاتا ہے مگر پھر وہ مفقود ہو جاتی ہے جسکے لئے اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے نئے نبی کے بھیجنے کی ضرورت پیش آتی رہی۔

اس سوال کا جواب دینے کے لئے سب سے اوّل اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جنسے نبی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ اور کس طرح سے اسکے ساتھ ہو جانیوالوں کے دلوں میں قوّت ایمانی پیدا ہوتی ہے سو اس بات کا جواب ہر ایک اہل مذہب کو یہی دینا پڑیگا کہ نبی کے ذریعہ سے وہ خارق عادت نشان ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کے مشاہدہ سے اس کے پیرووں کے دلوں میں ایک نور پیدا ہوتا ہے اور انکا ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالمِ آخرت پر بصیرت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر نبی کے زمانہ کے کچھ مدّت بعد بہت سے وہ نشان جو اس کے زمانے میں مشاہدہ کئے گئے تھے قصّہ اور

کہانی کے رنگ میں ہو جاتے ہیں اور اس لئے پیچھے آنیوالے لوگوں کا ایمان بھی سوائے تھوڑوں کے بصیرت کے درجہ سے گر جاتا ہے اور پھر ایمانی کمزوریاں پیدا ہو کر اعمال میں بھی فرق آجاتا ہے۔ کیونکہ محض قصّے اور کہانیاں کبھی انسان کے دل میں یقینی ایمان پیدا نہیں کر سکتیں بلکہ ایمان کا نور تبھی پُورے طور پر ظہور کرتا ہے جب خدا تعالیٰ کی برکات و انوار کی تجلیاں پُورے طور پر مشاہدہ کی جاویں اور تبھی انسان کو سچّا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچّا اور پاک تعلّق خدا تعالیٰ سے قائم ہو کر نفسانی جذبات دب جاتے ہیں اور نفسانی ظلمتیں اور غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کے اندر ایک سچّی تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر نبی کے وجود کو آفتاب سے مشابہت دے سکتے ہیں کیونکہ جیسے ایک کا وجود دنیا میں نور پھیلاتا ہے دوسرے کا وجود روحانی انوار اور برکات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانیکے بعد محض گذشتہ آفتاب کے انوار کے قصّے واقعی روشنی پیدا نہیں کر سکتے اسی طرح نبی کے نشانات جب مشاہدہ کی حد سے گذر کر قصّہ اور کہانی کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں تو ان قصّوں اور کہانیوں سے نور ایمان پیدا نہیں ہوتا جبتک کہ آفتاب نبوّت ظہور کر کے دوبارہ اُسکی تیز شعاعیں تمام تاریکیوں کو پاش پاش نہ کر دیں۔

یہ خدا کی سُنّت لاتبدیل ہے یعنی ہمیشہ سے وہ ایمانی ضعفوں اور روحانی تاریکیوں کے وقت اسی طرح اصلاح کرتا رہا ہے کہ اپنی طرف سے ایک شخص کو دنیا کی ہدایت کے لئے مامور کر کے اس پر اپنی طاقت اور قدرت کی تجلّیات کو ظاہر کرتا ہے اور تمام دنیا کو اُسکے مقابلہ میں کھڑا کر کے اپنی نصرت اور تائیدات کو اس کے شامل حال کرتا ہے اور دنیا کے لوگوں کی تمام کوششوں اور تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کر دکھاتا ہے کہ ان تمام طاقتوں سے بالاتر وہ طاقت ہے جو اپنے ارادے سے اپنے منشاء کے مطابق کام کر رہی ہے اور جس کا تصرّف اس عالم کے ہر ایک ذرّہ پر ہے۔ اور اسکو وہ تمام غلاظتوں سے پاک کر کے اور پاک پا کر اس سے اپنا تعلّق قائم کرتا ہے اور اپنی ہمکلامی سے اُسے مشرّف کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے خارق عادت امور اس کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور امور غیبیہ جن کا علم انسان کی طاقت سے بالکل باہر ہے اس پر منکشف کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک نفس ذکیہ کی ضرورت اس زمانہ بھی تھی کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کے نفسانی جذبات حد سے گذر گئے اور ایمان گویا بالکل ہی دنیا سے اُٹھ گیا پس خدا نے اپنی قدیم سُنّت کے مطابق۔ ولن تجد لسنّت اللّٰہ تبدیلا۔ ایک شخص کو اسی طرح مامور فرمایا جس کے ہاتھ پر اس نے ایسے ہی خارق عادت امور اور نشانات ظاہر فرمائے جیسے وہ ہمیشہ انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا رہا۔ پس جو شخص خدا کی سُنّتوں کو نگاہ میں رکھیگا اور شوخی سے کام نہ لیگا اُس پر اسکی صداقت بھی بڑی آسانی سے کھل جاتی ہے۔ ساری دنیا میں اسوقت جسقدر مذاہب کا شور پڑا ہوا ہے سب کا مدار قصّے اور کہانیوں پر ہے۔ یعنے ایسے معجزات اور خارق عادت امور پر جنکا نشان کسی گذشتہ زمانہ میں دیا جا

ہے۔ حالانکہ کوئی وجہ نہیں بتائی جاتی کہ خدا نے اِسوقت وہ اپنی سُنّت قدیمہ کیوں بدلدی اور کیوں اس سخت ایمانی کمزوریوں کے وقت میں کسی ایسے شخص کو مبعوث نہ فرمایا جیسے وہ ہمیشہ سے مبعوث فرماتا رہا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر تمام مذاہب اِس بات سے بھی انکار کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ اب اِس زمانے میں کسی بشر سے ہمکلام ہو جیسا وہ پہلے ہُوا کرتا تھا یا خارق عادت نشانات اور غیبیہ امور اسپر ظاہر کرے جیسا وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ گویا نعوذ باللہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ وہ لاتبدیل خدا بھی بدل گیا۔ اسطرح پر جب تمام مدار مذہب کا قصّوں اور کہانیوں پر آرہا تو وہ زندہ ایمان بھی دلوں سے اُٹھ گیا جو انسان کے اندر وہ طاقت پیدا کر سکتا ہے جس کے بغیر وہ کبھی بدی پر اور نفسانی جذبات پر غالب آہی نہیں سکتا اسطرح سے ایک طرف تو نجات نجات کا شور دنیا میں مچا ہُوا ہے کہ فلاں بات سے حاصل ہوتی ہے اور فلاں بات سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور دوسری طرف اصل وہ امور جو انسان کی نجات کا ذریعہ ہو سکتے ہیں انہیں سے انکار ہے۔ نجات کا ملنا موقوف ہے نفسانی جذبات پر غالب آنے پر۔ اور نفسانی جذبات پر غالب آنا موقوف ہے سچّے اور زندہ اور کامل اور یقینی ایمان کے حصول پر۔ اور زندہ ایمان کا دل میں پیدا ہونا موقوف ہے الٰہی انوار اور برکات اور خارق عادت نشانات کے مشاہدہ پر۔ پس ہر ایک انسان سوچ لے کہ جسنے یہ اخیری مشاہدہ کر لیا وہ اُسی سیدھی راہ پر چل رہا ہے جسکی طرف تمام انبیاء نے بُلایا اور جس نے یہ مشاہدہ نہیں کیا وہ ہنوز بھٹکتا پھرتا ہے۔

سلسلہ احمدیّہ ہی اسوقت دنیا میں ایک سلسلہ ہے جو ان نشانات کو مشاہدہ کرانیکا دعوی کرتا ہے اور مشاہدہ کراتا ہے۔ باقی تمام مذاہب کے پیرو نہ صرف ایسے نشان ہی دکھا نہیں سکتے بلکہ وہ اس بات سے بھی منکر ہیں کہ ان میں ایسی طاقت باقی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کے مقر ہیں کہ کسی وقت پہلے ایسی طاقت ان مذاہب میں موجود تھی۔ اب اس طاقت کے ہمیشہ کے لئے زائل ہوجانیکی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں یا یہ کہ خدا کی صفات میں کوئی تغیّر آگیا ہو اور یا یہ کہ وہ مذاہب اپنی اصلیت پر قائم نہیں۔ شق اول کو تو کوئی تسلیم ہی نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے صفات میں تو تغیّر نہیں آیا کیونکہ اسکی ذات لاتبدیل ہے مگر اُس نے اپنی بعض صفات کے ظہور کو ہمیشہ کیلئے رد کر دیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جب وہ قدیم سے ایک ہی سُنت کے مطابق کام کرتا آیا اور ہمیشہ سے اُس نے یہ ضروری سمجھا کہ انسانوں کی نجات کے لئے اس کے نشانات کا مشاہدہ ضروری ہے تو پھر وہ طریق کیونکر بدلا گیا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے کہ لن تجد لسنّت اللہ تبدیلا۔ علاوہ ازیں جب یہ مانا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی دیکھتا اور سنتا ہے اور اپنے خاص بندوں سے کلام بھی کرتا ہے تو یہ کیونکر ہو گیا کہ اسکا دیکھنا سُننا تو موقوف نہ ہُوا مگر کلام کرنا موقوف ہو گیا۔ اس کا کلام کرنا ہی اسبات پر شاہد تھا اور ہمیشہ انبیاء کے ذریعے وہ یہی شہادت ظاہر فرماتا رہا کہ وہ دیکھتا اور سُنتا بھی ہے۔ گویا کلام کرنیکی صفت کے معطّل ہو جانیسے دیکھنے اور

سُننے کی صفات کا معطّل ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس طرح پر کلام کا انکار دہریّت کی پہلی سیڑھی ہے کیونکہ اسی سے خدا کے وجود کے انکار کی طرف انسان جاتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ اسی غلطی کی اصلاح کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے نشانات مشاہدہ کرا کر وہ سچّا اور زندہ ایمان دلوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے جو ہمیشہ سے انبیاء کرتے چلے آئے۔

باقی رہا یہ امر کہ اس دعوے میں کہاں تک یہ سلسلہ سچّا ہے سو اسکو اُسی طریق پر پرکھو جس طریق پر انبیائے سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہو۔ اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے کفار نے کیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا سیدھا اور صاف طریق ہے جس سے انسان بڑی آسانی سے ایک صاف صاف اور یقینی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ نہ لمبے جھگڑوں کی ضرورت ہے نہ فضول مباحثات کی نہ استہزا اور سب و شتم کی۔ پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سُنّت رہی اب بھی وہ اسی سُنّت کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں انہیں دو باتوں کے حل ہو جانے سے سب باتیں کھل جاتی ہیں۔ طالب حق کو چاہیئے کہ ناحق گڑبڑ میں نہ پڑے بلکہ اس سیدھی راہ کو اختیار کر کے کسی کھلے کھلے نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ بعض لوگ اسی خیال پر جمے بیٹھے ہیں کہ یہ سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی تک ہی چلیگا اور اسکے بعد نیست و نابود ہو جائیگا۔ وہ نادان یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر اسوقت انکی کوششیں نیست و نابود کرنیکی بارآور نہیں ہوتیں تو اسکی یہ وجہ تو نہیں کہ ساری دنیا کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب تنہا ایسی تجویزیں کر سکتے ہیں جو انکو غالب کر رہی ہیں جو خدا اسوقت محض اپنی غیبی نصرت سے دن بدن اس سلسلہ کو بڑھا رہا ہے وہی ہمیشہ اسکا ناصر و موید ہوگا یہ دو وعدے کہ مخلوق تیری طرف کثرت سے رجوع کریگی اور مخالفین کی کوششیں ناکام اور نامراد رہیں گی۔ اور کہ اس سلسلہ کو دنیا کے تمام مذہبی سلسلوں پر غالب کیا جائیگا ایک ہی جگہ موجود ہیں اور ایسے وقت میں کئے گئے جب انکے پُورا ہونیکا سامان ذرّہ بھر بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب انہیں سے پہلا وعدہ اس صفائی سے خدائے تعالیٰ پُورا کر رہا ہے تو دوسرا وعدہ کیوں پُورا نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ وہ کونسے اصول ہیں جنکو یہ سلسلہ زندہ کرنا چاہتا ہے وہ وہی اصول ہیں جنکو وقتاً فوقتاً تمام انبیاء زندہ کرتے رہے یہ بات یوں ہی گذر جانیکے قابل نہیں۔ ہر ایک اہل مذہب بجائے خود غور کرے کہ کیا یہ بات حق نہیں کہ جو اصول مذہب اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کرتے ہیں یہ بعینہٖ وہی اصول ہیں جو تمام انبیائے سابقین پیش کرتے چلے آئے ہیں پس یہ کبھی ضائع نہیں ہو سکتے بلکہ انہیں کا غلبہ دنیا میں ہوگا اور ضرور ہوگا۔ کوئی مخالفت اُنکی کامیابی میں مخل نہ ہو سکے گی۔

ریویو اور نوٹ

تاویل القرآن - ایک کتاب بنام نہاد تاویل القرآن مصنفہ پادری اکبر مسیح بغرض ریویو میرے پاس پہنچی ہے اس کتاب کے اندر مصنف صاحب اپنا مخاطب مسلمانوں کے ایک خاص گروہ کو بتاتے ہیں مگر انکا کتاب ہماری پاس بھیجنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے سلسلہ احمدیہ کو بھی اس کتاب میں خطاب کیا ہے اس لئے اِن چند سطروں کا لکھنا ضروری ہُوا - اگر ضرورت ہوئی اور فرصت ملی تو اس کا جواب مفصل الگ بھی شائع کیا جاویگا - اِس جگہ میں صرف مصنف کتاب ھذا کو اِس بات پر آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک حق پسند گروہ کو خطاب کرنیکے باوجود اس نے خود پرلے درجہ کی حق پوشی سے کام لیا - سب سے اول اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ اگرچہ پادری صاحبان ہمیشہ اپنی نرم کلامی پر فخر کیا کرتے ہیں مگر اُن کی بھیڑ کی سی صورت اپنی بھیڑیے کی سی سیرت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہتی - چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر پر کہ "ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب اِن لوگوں کو یہی ہے قل یاایھا الکافرون لا اعبد ماتعبدون" نوٹ کرتا ہُوا اس کتاب کا مصنف لکھتا ہے - "بھلا بتاؤ کب کسی عیسائی نے تم سے ملاپ ڈھونڈھا کیا اُنکو نہیں معلوم کہ مسیح کو بلیعال سے کوئی موافقت نہیں" مسیح تو اسوقت جو ہی سو ہے اور تم جانتے ہو کہ کون اسوقت اللہ تعالیٰ سے مسیح کا خطاب پاکر دنیا کو للکار رہا ہے پس سمجھ لو کہ بلیعال کون ہُوا - مگر اے نادان وہ کون سی سختی تمہیں حضرت مسیح کی اس پاک کلام میں محسوس ہوئی جو تم نے اپنی گندی فطرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا اور تین لاکھ انسان کا دل دکھایا - کیا یہ سچ نہیں کہ اس معبود سے جو اہل کتاب یعنی یہودیوں کا معبود تھا تمنے ایک الگ معبود یسوع مسیح تجویز کر لیا - اور ہم مسلمان ہمارا خدا ہمارا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارا قرآن تمہارے اس معبود اور اس معبود کے پُجاریوں سے سخت بیزار اور متنفر ہیں بیشک تم ہمارے قرآن کے رُو سے صحیح اور صاف معنوں میں کافر - لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم - لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ - ما المسیح ابن مریم الا رسول - ہمارا تمہارا ملاپ مذہبی رنگ میں قرآن شریف کے رُو سے ناممکن - یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰرےٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ؕ ومن یتولھم منکم فانہ منھم ؕ ان اللہ لا یھدی القوم الظٰلمین تمہارا یہ از خود تراشیدہ عقیدہ کہ خدا تین ہیں اور یسوع مسیح خدا ہے اور تمہارے لئے کفارہ ہُوا قرآن کریم کے رُو سے بدترین عقائد میں سے ہے کیونکہ جو اس کے متعلق فرمایا وہ اور کسی کے متعلق نہیں فرمایا - تکاد السموٰت

یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا- پھر اس کج بیزاری کے بعد جو قرآن شریف تمہارے بیہودہ عقائد سے ظاہر کرتا ہے اس دجل سے کیا حاصل کہ قرآن اہل کتاب سے ملاپ کرتا ہے جس کی شہادت میں تم یہ آیت پیش کرتے ہو یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم دجل میں نے اس لئے کہا کہ تم نے پوری آیت کو نقل نہ کیا مثل ان ناپاک طبع لوگوں کے جو کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف نے لا تقربوا الصلوٰۃ کہکر نماز سے روکا ہے - اب میں تمہارے دجل کا اظہار کرتا ہوں - یہ آیت اس طرح ہے قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃٍ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ - ان سے کہدو کہ اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں - اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی انسان دوسرے انسان کو اپنا رب نہ بنائے - قرآن کریم نے اس بات کی طرف بلایا مگر کیا تم اس طرف آئے ؟ ساتھ ہی پڑھو - فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون - ہم مسلم تم کافر - تم نے اس بات کو نہ مانا ہم تم سے بیزار - کلمۃ سواء تو اس لئے کہا تھا کہ تم غور کرو کہ تم توریت کو مانتے ہو اور اُسے خدا کا کلام کہتے ہو اور مانتے ہو کہ یہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہزارہا سال سے چلی آئی - اور اس میں خدا کی توحید کا عقیدہ پورے زور سے بیان کیا گیا ہے - اور صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ نہ آسمان کی کسی چیز کو اور نہ زمین کی کسی چیز یا انسان کو سوائے خدا کے معبود بنانا - اور یہی تعلیم قرآن کریم نے دی اسلئے یہ تو کلمۃ سواء تھا درمیان تمہارے مسلّمات اور ہمارے مسلّمات کے مگر تم نے اس کلمۃ سواء سے روگردانی کی - اور اپنے لئے ایک نیا خدا تراشا جس کی نہ حضرت ابراہیم کو خبر تھی نہ حضرت موسیٰ کو یعنی یسوع مسیح - توریت جسکو تم خدا کی طرف سے مانتے ہو خود تمہارے اس عقیدہ پر لعنت بھیجتی ہے - پادری صاحب کیا یہ دجل نہیں کہ تم نے ایک حصّہ آیت کو نقل کیا اور دوسرے حصّہ کا اخفا کیا - پھر تم اس سے پہلی ہی آیت کو پڑھ لیتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ قرآن شریف نے تمہارے حق میں کیا کہا ہے - وہ یہ ہے کہ اگر اب بھی عیسائی خدائے واحد کو نہیں مانتے تو پھر اُن سے مباہلہ کرو فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین - اب بتاؤ یہ لعنت تم جیسوں پر ہی قرآن شریف نے کی یا کسی اور پر - اور پھر فرماتا ہے کہ اگر مباہلہ میں مقابل نہ آئیں اور بھاگ جائیں فان اللہ علیم بالمفسدین - یہ خطاب بھی آپکے ہی ہم عقیدہ لوگوں کو ملا ہے جو ناحق فساد ڈالتے اور حق کو روکتے تھے - پھر پانچ چھ آیتیں آگے چلکر تم کو ہی کہا اور کیسا حق کہا یا اھل الکتٰب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق و انتم تعلمون - اگر کچھ بھی تم سچائی کی پرواکرتے ہو تو سچ کہو

کہ یہ بات تم پر کیسی صادق آتی ہے۔ مگر تم نے اس سے کیا فائدہ اُٹھایا۔ پھر تم نے ایک آیت اس دعوے کی شہادت میں یہ پیش کی ہے والٰھنا والٰھکم واحد۔ مگر کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ مسلمان تمہارے جھوٹے معبود کو مانتے ہیں نہیں بلکہ مطلب اسکا بھی وہی ہے کہ تمہارا اصل معبود جس کی تمہیں عبادت کرنی چاہیئے وہی ہمارا معبود بھی ہے کیونکہ ساتھ ہی فرمایا و نحن لہ مسلمون ہم اس معبود کو تسلیم کرتے اور اسکے سچے فرمانبردار ہیں۔ مگر تم نہیں۔ اگر اس میں تمہیں کچھ شک ہے تو ساتھ ہی دوسری آیت کو پڑھ لو۔ وکذٰلک انزلنا الیک الکتٰب فالذین اٰتینٰھم الکتٰب یؤمنون بہ.... وما یجحد باٰیاتنا الا الکافرون۔ ہم نے تم پر کتاب اُتاری پس جن لوگوں کو ہم نے پہلی کتاب دی تھی ان میں سے بھی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافروں کے سوا ہماری آیتوں کا انکار کوئی نہیں کرتا۔ یعنے سچے معنوں میں اہل کتاب یا کتاب کے اہل تو وہی ہیں جو قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو قرآن کا انکار کرتے ہیں وہ گو اپنے آپ کو اہل کتاب کہیں مگر وہ کافر ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ قرآن کریم اہل کتاب میں سے بعض کو اچھا بھی کہتا ہے سو وہ وہی لوگ ہیں جو قرآن شریف پر ایمان لائے مسلمان ہوئے۔ یسوع کی پرستش کفارہ اور تثلیث پر لعنت بھیجی نمازیں قائم کیں روزے رکھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہوئے نہ وہ جو تمہاری طرح مرتد ہوئے۔

اس کتاب کے مصنف پر مجھے یہ بڑا تعجب آتا ہے کہ کس چالاکی سے قرآن شریف کا نام ادب سے لیتا ہے اور پھر ایسی گول مول بات کرتا ہے کہ سمجھا جاوے کہ یہ بھی گویا قرآن شریف کو منجانب اللہ ہی مانتا ہے مگر اس کا لعنتی عقیدہ جو دل میں چھپا ہوا ہے وہ خود اس کے کلام سے مترشح ہو رہا ہے۔ شروع میں ہی وہ قرآن شریف کو ایک دلدل سے مثال دیتا ہے گویا جو اس میں پھنس گیا وہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ یہ تو تمہارے مجذوم دل نے بات کو بگاڑ کر بیان کیا ہے ورنہ حق بات یہ ہے کہ جسکے دل پر اس کے انوار اثر کر گئے وہ بیشک کبھی اس کی حکومت سے سر نہیں پھیر سکتا۔ پھر آگے چلکر کہتا ہے "جب قرآن واقعی مصدق کتب سابقہ سمجھا جاتا تھا تو کھرے اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی شان میں کہا گیا تھا ان من اھل الکتٰب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیھم خاشعین للہ۔ اہل کتاب میں بیشک کچھ ایسے لوگ ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس پر جو تم پر اُترا اور اُس پر جو اُن پر اُترا خدا سے ڈرتے ہیں (آل عمران ع ۲۰) لیکن اب جو قرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا تو جیسا وہ جب تھا اہل کتاب نے اُسکو جھوٹا اور مردود کہا کیونکہ جو تصدیق کا دعویٰ کرکے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا ہے،، یہ پادری صاحب کی منطق ہے کہ جب قرآن شریف مصدق کتب سابقہ

سمجھا جاتا تھا تو عیسائی بھی اس پر ایمان لائے ۔ مگر اب جو قرآن کو مکذب کتب سابقہ قرار دیا تو عیسائی بھی اسے افترا کہنے لگے ۔ وہ عیسائی بھی عجیب اُلّو ہوں گے کہ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ واقعی قرآن شریف مصدق ہے یا مکذب جبتک مسلمان اسے مصدق کتب سابقہ قرار دیتے رہے تو بیچارے بھولے بھالے یسوع کے پرستار بھی اس پر ایمان لے آئے پھر جب اس زمانہ میں آکر مسلمانوں نے کہدیا کہ قرآن مکذب کتب سابقہ ہے تو غریب بھیڑیں پھر لیٹے کر آگے سجدہ میں گر گئیں ۔ اور قرآن کو افترا کہدیا ۔ ایسے ایمان لانے اور ایسے تکذیب کرنے دونوں پر لعنت ہے ۔ کیا عیسائی ایسے ہی نادان تھے کہ خود کبھی نہ سوچا کہ دراصل قرآن مصدق کتب سابقہ ہے یا مکذب بلکہ جو مسلمان کہدیا کرتے تھے وہی وہ مان لیا کرتے تھے ۔ اور تم اب کیوں ایک پہلو اختیار نہیں کرتے یا تو یہ صاف لفظوں میں کہو کہ ہم قرآن کو خدا کا کلام کہتے ہیں (محرف مبدل ہی سہی) اور یا یہ کہو کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ افترا سمجھتے ہیں ۔ مگر تم ایک پہلو کو کبھی اختیار نہ کروگے کیونکہ اس سے تمہارا دجل دنیا پر کھلتا ہے ۔ پھر تم نے کہا کہ جو تصدیق کرکے تکذیب کرے اس سے زیادہ جھوٹا کون ۔ کیا قرآن شریف نے کتب سابقہ کی تصدیق کرکے پھر تکذیب کر دی ہے اگر نہیں جیسا کہ تمہارے کلام سے مترشح ہوتا ہے تو پھر "اس سے زیادہ جھوٹا کون" تو آپ ہی کو زیبا ہے ۔ صادق آیا کہ پہلے قرآن پر ایمان لاکر پھر اسکی تکذیب کی ۔ اے عیسائیو خدا سے ڈرو یہ چالاکیاں اور شوخیاں مذہب نہیں ہیں یہ خبیث اور گندی باتیں کبھی تمہیں نجات نہیں دلا سکتیں ۔ کیوں تم لوگوں نے مذہب کو ایک ہنسی ٹھٹھا بنا رکھا ہے ۔ پھر اس بات سے کیا فائدہ کہ تم قرآن شریف کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر اس سے یہ مطلب نکالنا چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توریت کے پیرو بھی تھے※ ۔ یہ آپ لوگوں کا افترا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت کرتا ہے کہ آپنے توریت و انجیل کو کبھی یہ وقعت نہیں دی کہ قرآن شریف کے نازل ہونیکے بعد وہ بھی قابل اتباع ہیں ۔ کیا آپنے ساری عمر میں توریت یا انجیل کی ایک آیت بھی نماز میں قرآن شریف کے ساتھ یا اسکی بجائے پڑھی یا مسلمانوں کو پڑھنے کا حکم دیا ۔ یا کیا جہاں قرآن شریف کے اتنے حافظ تھے آپنے صحابہؓ کو کبھی یہ بھی کہا کہ توریت اور انجیل کی بھی کچھ آیتیں حفظ کر لیا کرو ۔ پھر ان فضول بحثوں سے کیا فائدہ چراغ الدین اور امام الدین اگر اسلامی عقیدہ سے انحراف کر جائیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو وہ کہہ رہے ہیں اور جسپر کُل کی کُل مسلمان دنیا بالاتفاق لعنت بھیجتی ہے وہ سچ ہے وہ تو من یتولھم منکم فانہ منھم کے مصداق ہیں اور مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی انکے لعنتی عقائد کو تسلیم کرنیوالا نہیں ۔

پادری صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے اور بار بار اسے بیان کیا ہے کہ قرآن شریف نے تفسیر کا اصول جو مسلمانوں کو سمجھایا وہ اس آیت میں ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ جس کا ترجمہ وہ یہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن شریف کی تفسیر توریت اور انجیل سے کیا کریں اور پھر اس سے

※ افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے توریت کو بغیر تحریف تبدیل کے کلام الٰہی مانکر اسکی ساری تعلیم کو چھوڑا یہانتک کہ خنزیر کبھی نہ چھوڑا منہ

یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب تغییر کے لئے انہیں روا رکھا گیا تو پھر وہ کتابیں قابل اتباع بھی ہوئیں۔ بیشک پادری صاحبکو ایسی منطق پر ناز ہونا چاہیئے مگر اصل بات یہ ہے کہ اسجگہ بھی پادری صاحب نے اسی دجل سے کام لیا ہے جو انکے پیشے کا خاصہ ہے۔ یہ لفظ قرآن شریف میں دو جگہ آئے ہیں سورہ نحل - آیت ۴۲ اور سورہ انبیا ر آیت ۷۔ اور صرف یہ تفاوت الفاظ من قبلك اور قبلك دونوں جگہ کل آیت کے لفظ ایک ہی ہیں۔ وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور تم سے پہلے ہم نے جن لوگوں کو رسول بناکر بھیجا وہ بھی آدمی ہی تھے جنکی طرف ہم وحی کرتے تھے اگر تم کو یہ بات معلوم نہیں تو اہل الذکر سے ہی پوچھ لو۔ بیشرم ہو کر تو انسان جو چاہے کرے اسکے منہ کو کون پکڑ سکتا ہے یا اسکی قلم کو کون روک سکتا ہے۔ مگر اگر ان لوگوں میں ذرہ بھی خداترسی باقی ہے تو بتادیں کہ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ اے مسلمانو تم کو قرآن کے معنے نہ آیا کریں تو مردار پرست عیسائیوں سے پوچھ لیا کرو۔ اب یہ لوگ وہ ہیں جو آئے دن مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا کرتے ہیں کہ توریت وانجیل کی تحریف کا ثبوت دو۔ میں کہتا ہوں وہ تحریف کرنیوالے تو تمہارے ہی بڑے تھے جب تم علم کے زمانے میں جب ہر گھر میں قرآن شریف چھپے ہوئے موجود ہیں۔ قرآن شریف میں تحریف کرنیکے لئے بھی دلیری سے آگے بڑھتے ہو حالانکہ وہ کتاب بھی ایک دوسری قوم کی ہے تو تمنے اس تاریکی کے زمانے میں جب تمہاری روایتوں پر ہی سارا دارومدار تھا یا اگر کوئی نسخہ ہوگا تو تم جیسوں کے ہی ہاتھ میں ہوگا کیا کیا تحریف نہ کی ہوگی۔ میری سمجھ میں کتاب تاویل القرآن کے چھپ جانیکے بعد تو کسی مسلمان کو توریت اور انجیل کی تحریف کا اس سے بڑھکر ثبوت دینے کی ضرورت نہیں رہی جو اس کتاب کے وجود نے پیدا کر دیا ہے۔ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو دو الگ الگ جگہوں میں مذکور ہے اور ایک سے ہی الفاظ ہیں۔ اس کے ایک حصہ کو چھپایا ہے اور ایک کو ظاہر کیا ہے۔ پھر اس میں مخاطب کفار ہیں اور اس نے مخاطب مسلمانوں کو بنایا ہے۔ پھر پوچھنے والی بات یہ بیان کی ہے کہ اس سے پہلے بھی آدمی ہی رسول بناکر بھیجے گئے اور انہیں کی طرف وحی کیگئی اور پادری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کے معنے پوچھ لیا کرو۔ یہ ہے ان لوگوں کی خداترسی اور یہ ہے انکی جرأت اور گستاخی۔ ایسی دلیری سے تحریف کرنے میں آپنے تو اپنے بزرگوں کے بھی کان کتر دیئے۔ پھر یہ کہنا کہ اہل الذکر سے مراد عیسائی ہیں محض حماقت ہی بلکہ یہاں تو ایک گونہ کفار کے ساتھ عیسائیوں کو خود خطاب کیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کو آدمی کی بجائے خدا بنائے بیٹھے ہیں سو انکو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت قدیم کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو جب سے دنیا ہوئی یہی سنت الٰہیہ چلی آئی ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ رسول بناکر بھیجتا ہے اور اس پر وحی کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہوتی کہ کبھی خود بھی انسان کا بہروپ بدل کر آجایا کرتا تو یسوع بھی خدا بن سکتا ہے مگر یہ امر اسکی سنت قدیم کے

مخالف پڑا ہوا ہے اس لئے ناممکن ہے۔ اسکے ساتھ کی اگلی آیت سے اسی مطلب کی اور بھی تصریح ہوتی ہے وماجعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ یعنی ان رسولوں میں سے جو بھیجے گئے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو طعام کے بغیر زندہ رہ سکے حالانکہ خدا ایسی حاجتوں سے پاک ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایسا تھا جو انسانی عمر سے بڑھکر زندہ رہ سکے یعنی سب پر آخر موت بھی آئی۔ اس آیت پر وہ مسلمان بھی غور کریں جو غلطی سے مسیح کو زندہ آسمان پر مانتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ بجسد العنصری آسمان پر گئے تو یہ جسد تو خدا نے ایسا بنایا ہی نہیں کہ بغیر طعام کے زندہ رہ سکے اس سے تو آسمان پر ایکدم کی زندگی بھی اس جسد عنصری کے ساتھ غیر ممکن ثابت ہوتی ہے اور دوسرے حصۂ آیت ما کانوا خالدین سے یہ ثابت ہے کہ طبعی انسانی عمر سے بڑھکر کسی پیغمبر کو عمر بھی نہیں دیگئی اس سے انکا ابتک زندہ رہنا خواہ زمین پر ہوں یا آسمان پر محال ثابت ہوتا ہے۔ یہ پادری صاحب کا اصول تفسیر تھا جسکی بنا پر انہوں نے مسلمانوں کو گویا کہ یہ سب ابتک غلطی کھاتے رہے اور اصل تفسیر فسئلوا اھل الذکر میں تھا۔ اس کا تو یہ حال ہے۔ اب دوسری آیت کو لیجئے۔

دوسری آیت جسپر پادری صاحب نے اپنا اصول تفسیر قائم کیا ہے سورۂ یونس کی آیت ۹۴ ہے۔ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتٰب من قبلک لقد جاءک الحق من ربک فلا تکونن من الممترین۔ اب اس آیت میں خطاب شک کرنیوالے مخاطب کو ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ کیونکہ اس سے پہلے جسقدر قرآن نازل ہو چکا تھا اس سے بصراحت تمام ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ واہمہ نہ ہوا تھا کہ وہ کلام جو آپ پر اتارا جاتا ہے وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ جس سورت کو کھول کر پڑھو اسی یقین سے بھری پڑی ہے کہ آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ یہانتک کہ میور صاحب نے بھی اسبات کو تسلیم کیا ہے اور اسپر حیرت ظاہر کی ہے کہ کسطرح سے یہ یقین ہمیشہ بڑی بڑی ناکامیوں اور مصائب کے وقت بھی آپکے دل میں برقرار رہا کہ آپ منجانب اللہ ہیں اور غالب ہوں گے۔ وانہ للحق من ربک اور وانہ لحق الیقین وغیرہ کلمات سے اس کامل یقین کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے جسکے پاس شک کا واہمہ بھی پھٹک نہیں سکتا۔ پس یہ ثابت ہے کہ اس آیت میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ وہ شخص مخاطب ہے جس کو آپکے دعوے میں شک ہے۔ چنانچہ اس سے اگلا رکوع ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے قل یایھا الناس ان کنتم فی شک من دینی جو بالکل اسی کے مطابق ہے فان کنت فی شک مما انزلنا الیک۔ نہ ہی انزلنا الیک اور جاءک الحق سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قرآن شریف میں بار بار کفار کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا ہے کہ تمہاری طرف یہ ذکر اتارا گیا۔ اور تمہارے پاس حق بھیجا گیا۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ اے مخاطب اگر تجھے کوئی شک ہے اس کلام میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو

تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں (کہ اس رسول کی پیشگوئیاں پہلے سے بھی موجود ہیں) اب جب یہ رسول الحق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے آچکا تو ہرگز شبہ کرنیوالوں کے زمرہ میں نہ رہ۔ اسی معنی کی تائید کہ مخاطب اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ شک کرنیوالے لوگ ہیں یعنی متذبذب لوگ جو کبھی کہتے تھے سچ ہے کبھی پھر شک کرنے لگتے تھے۔ ساتھ ہی کی آیت سے جو اس کے بعد ہے ہوتی ہے **ولا تکونن من الذین کذبوا بایات اللہ** اور تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے آیات الٰہی کی تکذیب کی۔ اب آیات الٰہی کے لانیوالے تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے پس تکذیب کرنے والا کوئی اور گروہ ہے اور انہیں کو خطاب کیا گیا ہے۔ کہا تو یہ گیا ہے کہ اگر تمہیں کوئی شک ہوا سبارہ میں جو اتارا گیا طرف تمہاری یعنی قرآن شریف کے حق ہونے میں۔ یہاں معنوں اور تفسیر کا تو کوئی جھگڑا ہی نہیں اور نہ معنوں میں شک کا ذکر ہے بلکہ ذکر ہے اس بات کا کہ قرآن شریف منجانب اللہ ہے یا نہیں اس سے اصول تفسیر کو کیا تعلق۔ اور اگر بفرض محال یہ بھی مان لیں کہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے تو پھر بھی کہا تو یہ گیا ہے کہ اگر تمکو شک ہو قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں اور قرآن شریف کے ہزاروں مقامات سے ثابت ہے کہ آپ کو ہرگز ہرگز ایسا شک کبھی نہیں ہوا بلکہ آپکو حق الیقین تھا کہ واقعی قرآن شریف منجاب اللہ ہے۔ اگر حق الیقین نہ ہوتا تو یہ کیوں فرماتے کہ **ادعو علی بصیرۃ** کہ میں علی بصیرت لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہوں۔ باقی رہا اکبر مسیح کا اعتراض قرآن شریف کی ترتیب اور جمع پر سو وہ الگ اور لمبی بحث کو چاہتا ہے اور چونکہ یہ اعتراض مسٹر دلاور حسین کے اعتراضوں میں سے بھی ایک ہے جس کے جواب دینے کا میں پہلے سے ہی وعدہ کر چکا ہوں اس لئے اس کے موقعہ پر اس مضمون پر انشاء اللہ بحث کیجاویگی **وما توفیقی الا باللہ**۔

مقدمہ معجزات مسیح یہ کتاب بھی پہلی کتاب کے ساتھ ہی ریویو کے لئے پہنچی ہے۔ مسیح کے معجزات کے باقی تمام انبیاء کے معجزات سے نرالے رنگ کا ہونے پر بہت زور دیا گیا ہے مگر میں حیران ہوں کہ سوائے پانی کو شراب بنانیوالے معجزہ کے اور کونسا نرالا پن ان میں ہے۔ اس سے پہلے جو نبی گذرے ہیں اُنکے متعلق عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں ایسے ایسے عجیب واقعات لکھے ہوئے ہیں کہ مسیح کی زندگی میں انکا نمونہ نہیں دیکھا جاتا۔ اگر مسیح کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ زمین کی طاقتوں پر غالب آیا تو انہیں سے بعض کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ وہ آسمان کی طاقتوں پر بھی غالب آئے پھر مسیح معجزات سے خدا کیونکر بن سکتا ہے۔ دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ مسیح کے معجزات میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو توہم کی بنا پر مانی جاتی تھیں مثلاً بھوتوں کا نکالنا اور انکو سوروں کے گلہ میں ڈالدینا وغیرہ وغیرہ۔ تیسری بات یہ ہے کہ جس حالت میں یہودیوں نے اسقدر معجزات دیکھے تھے جنکو وہ اپنے انبیاء کے معجزات سے نرالے بھی سمجھتے تھے تو پھر کیوں وہ

آخر عمر تک اس کو جھوٹا کہتے رہے۔ اور اخیر تک اس کو مانا ہی نہیں۔ چوتھے حواریوں نے خود ذرا سی تکلیف کیوقت استقامت کو چھوڑا اور بھاگ گئے۔ افسوس کہ پادری صاحبان کے قول کے بموجب دنیا کی ساری عمر میں ایک ہی وقت ایسا آیا جب خدا نے دل کھولکر معجزات کی بھرمار کی مگر نتیجہ یہ ہوا کہ نہ دشمنوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اور نہ ہی دوستوں کی زندگی میں۔ ورنہ کیوں خود مرید ہی مرشد کو بیچ لیتے اور لعنتیں بھیجتے اور چھوڑکر بھاگ جاتے۔ اور تعجب پر تعجب یہ کہ مصیبت کے وقت ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر پانچویں بات یہ غور طلب ہے کہ اگر معجزات میں اس قدر ہاتھ آپکا کھلا ہوا تھا تو پیشگوئیاں کرتے وقت کیا ہوگیا۔ بارہ حواریوں میں سے جنکے لئے بارہ تختوں کے وعدے تھے گیارہ تو یونہی خالی گذر گئے مگر ایک نے مرتد ہوکر پیشگوئی کی صحت کا امکان ہی گنوا دیا۔ پھر پیشگوئی کی کہ ابھی یہ نسل زندہ ہی ہوگی جو میں واپس آؤں گا اس کا جو حال ہوا وہ سب جانتے ہیں۔ اسلام کے متعلق مصنف کتاب لکھتا ہے کہ اس مذہب کو معجزات کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ اسکی تعلیم نیچرل یعنی فطرت انسانی کے مطابق تھی کیونکہ نجات کے لئے اعمال کو ضروری قرار دیا گیا۔ مگر مسیحی مذہب کو اس لئے ضرورت تھی کہ کفارہ اور تثلیث اور الوہیت مسیح کے عقائد فطرت انسانی کے قبول کرنیکے لائق نہ تھے۔ پادری صاحب سوچیں کہ اس کا ماحصل تو یہ ہوا کہ ایک دروغ کو فروغ دینے کیلئے ایک دوسرا دروغ گھڑا گیا۔ یہ دونوں کتابیں پنجاب ریلیجس بک سوسائیٹی نے چھپوائی ہیں۔

تعدد ازدواج اور طلاق پر ایک دہریہ کے خیالات:۔ اگناسٹک جرنل جو ولایت کا ایک دہریہ اخبار ہے ان مقولوں کو بیان کرنیکے بعد جو عورتوں کے حقوق کے متعلق حدیثوں یا اقوال صحابہ سے لئے گئے ہیں لکھتا ہے کہ یہ ہیں اسلام کے عالی ہمت مقولے۔ مگر ایک عیسائی ناک چڑھا کر کہتا ہے کہ مسلمان شہوت پرست قوم ہے کیونکہ ان میں تعدد ازدواج پایا جاتا ہے۔ اے ظالم عیسائی! تم اس سے کہیں بڑھکر شہوت پرست ہو اور کئی کئی عورتوں سے تعلق رکھتے ہو۔ ہاں یہ فرق ہے کہ ساتھ ظاہرداری اور منافقت رکھتے ہو اور لوگوں سے چھپ کر دوسری عورتوں کے پاس جاتے ہو۔ اسی لنڈن میں ایک لاکھ عورتیں موجود ہیں جو کھلے طور پر زنا کا پیشہ کرتی ہیں۔ اور خفیہ طور پر عشق رکھنے والیوں کی تعداد کی کوئی حد ہی نہیں۔ کیا ان کے پاس صرف بن بیاہے لوگ ہی جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ قسطنطنیہ مراکش یا کسی اور مسلمانوں کے شہر میں چلے جاؤ اور جتنا جی چاہے تلاش کرو نہ تمہیں کوئی کسبی نظر آئیگی اور نہ کوئی شرابی متوالا ہی ملیگا۔ غور کرو کہ اس بارہ میں یسوع مسیح کے مقابل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسقدر عظیم الشان انسان ثابت ہوتا ہے۔ فرانس میں جو عیسائی ملک ہے چکلوں کا لائسنس سرکاری طور پر دیا جاتا ہے...... میرا ایک دوست جو لنڈن کے فسق و فجور کے نظاروں کو دیکھنے کا عادی تھا کچھ عرصہ ہوا قسطنطنیہ میں گیا مگر یہاں اسکو ایک چکلہ بھی نظر نہ آیا۔ ہاں آخرکار اس نے ایک بدکاری کا گھر دیکھا اور

صرف ایک ہی۔ وہ عورت آگے بڑھی اور اسے خطاب کیا۔ اور وہ انگریزی قوم کی عورت تھی اور عیسائی تھی
وہ اکیلی کسبی جو قسطنطنیہ کے بازاروں میں پائی جاتی ہے اللہ اور محمدؐ کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی صرف
یہوواہ اور یسوع کے نام سے واقف تھی۔ اور کنواری مریم کے نام سے۔ اگر یہ انسانی ضرورت ہی ہے کہ آدمی تعدد ازدواج
کرے تو بہت بہتر ہے کہ وہ گھر میں اپنا حرم رکھے بہ نسبت اسکے کہ ایک ملا جلا حرم بازار میں اسکے لئے ہو۔
عیسائی کلیسیا زوج واحد کے قاعدہ کو ضروری ٹھہراتی ہے اور طلاق کی اجازت نہیں دیتی حالانکہ اگر خاوند
اور عورت میں موافقت نہیں تو ایسا گھر دنیا میں بدترین دوزخ ہے۔ پراٹسٹنٹ فرقہ جنہوں نے جھوٹ موٹ
زوج واحد کے قاعدہ کی پابندی اختیار کی ہوئی ہے طلاق کی عدالتیں بھی رکھتا ہے۔ اور فرانس کے طریق پر
وہ انکو جاری رکھتے ہیں۔ اے سر فرانسس جیون کی روح اس بات کی شہادت دے کہ ان عدالتوں میں
ان ان واقعات کا اظہار ہوتا ہے جنکو انگلستان کا ذلیل سے ذلیل اور گندہ سے گندہ اخبار بھی شائع کرنے کی
جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگرچہ اندر سے ہم کیسے ہی گندے ہوں مگر ظاہر میں ہم اپنے آپکو پاک دکھانا چاہتے ہیں
اور ان حالات کے ماتحت ہماری انسانی نسل کی نشوونما ہو رہی ہے۔" اور ان حالتوں کے ہوتے ہوئے
تعدد ازدواج اور طلاق پر اعتراض ہوتے ہیں۔

امریکہ کا جھوٹا مدعی نبوت ڈوئی:۔ ڈوئی نے بڑی محنت سے ایک شہر آباد کیا تھا جسکا نام اس نے صیہون رکھا
اسجگہ وہ اپنے تمام مریدوں کو کام کیلئے بلاتا ہے۔ اور انکو بڑے بڑے جھوٹے وعدے دیتا ہے کہ اسجگہ انکی مالی حالت
سدھر جائیگی اور وہ امیر ہو جائیں گے۔ کچھ عرصے تک تو لوگ اسکے دھوکے میں آتے رہے مگر اب یہ بات کھل گئی ہے چنانچہ
نیوزیلنڈ کے ایک پرچے میں ایک عورت کی چٹھی ذیل کے مضمون کی چھپی ہے "میں شہر صیہون سے بہت مایوس ہو گئی
ہوں یہ ایک نہایت مفلس شہر ہے۔ کل چھ کارخانے بھی نہیں اور میں تمکو مشورہ دیتی ہوں کہ اسجگہ ہرگز نہ آؤ
جتنوں کو چاہو یہ بات سنا دو۔ جس سرعت سے لوگ شہر میں داخل ہوتے ہیں اسی سرعت سے نکلتے بھی جاتے ہیں۔
اور چھوٹی چھوٹی بات پر انکو نکال دیا جاتا ہے صیہون شہر میں بہت سے غمناک دل ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں
جنہوں نے یہاں آکر اپنی تمام عمر کی کمائی کو غارت کر دیا ہے .... اس شہر پر ایک سیاہ گھٹا چھائی ہوئی
ہے۔" ایک اور خط میں جو ایک دوسرے اخبار میں چھپا ہے راقم یوں رقمطراز ہے۔ "میں اس پہلے گروہ
میں سے ہوں جنہوں نے گذشتہ اپریل میں صیہون کی خاطر نیوزیلنڈ کو چھوڑا تھا تین ماہ کے بعد جیسا
میں نے اسجگہ کو پایا ہے اسی کے مطابق یہ میرا بیان ہے نیوزیلنڈ میں صیہون کے متعلق بڑی بڑی دولتمندی کے
وعدے دیئے جاتے ہیں جہاں گویا بہت سے مالدار اور خوشحال لوگ رہتے ہیں۔ مگر میری یہ سچی خواہش ہے
کہ نیوزیلنڈ کے لوگ جو صیہون کو ایک خوبصورت شہر سمجھ کر یہاں رہنے کے خواہشمند ہیں یہ جان لیں کہ

* یہ ایک عورت کا نام ہے جو چودھویں صدی عیسوی میں ہوئی ہے اسپر قتل کا الزام لگا تو اس کے عاشق بنفورڈ نے اسکی بریت پر زور دیا اگرچہ اسکی وفاداری ثابت نہ تھی ... کا عدالت میں ارتکاب

یہ محض دھوکے کی ٹٹی اور جال ہے ہم اکثر دھوکہ خوردہ لوگ ہیں اور نیوزیلنڈ کو واپس آنا چاہتے ہیں۔ اور بہت سے ہم ہیں۔ سے جلدی ہی واپس آجائیں گے۔ کام بہت کم ملتا ہے۔ تنخواہیں تھوڑی۔ کھانے اور پینے کی چیزیں بہت گراں۔ مکانوں کا کرایہ بہت زیادہ۔ تعلیم آزادی سے نہیں دی جاتی۔ اس شہر پر اسقدر اداسی چھائی ہوئی ہے کہ اسے جیلخانہ کہنا چاہیئے۔ نیوزیلنڈ سے پہلے اڑہائی سال سے ڈوئی کے مریدوں میں میرا نام تھا اور میری حالت اچھی تھی۔ جبتک یہ چٹھی چھپے گی تب تک طوعاً یا کرہاً صیہون سے میرا اخراج ہوچکا ہوگا اور اسکی وجہ میری اس رائے کا اظہار ہوگا۔" حال میں ہی ڈوئی کے مریدوں کی ایک جماعت جو نیوزیلنڈ سے ہجرت کرکے گئی تھی صیہون سے واپس آگئی ہے وہ اور بھی بدتر حالت اس جھوٹے مدعی کی بیان کرتی ہے۔ چنانچہ اخبار سٹار کے ایک نامہ نگار نے انسے خود حالات دریافت کئے تو انہوں نے یہ باتیں بیان کیں۔ "نیوزیلنڈ صیہون کے مقابلہ میں ایک بہشت ہے۔ ..... کہتے ہیں کہ ڈوئی کو شہر صیہوں کے چھوڑنے کا نوٹس مل گیا ہے۔ مگر خواہ یہ بات سچ ہو یا جھوٹ وہ میکسیکو میں جگہ ضرور تلاش کر رہا ہے۔ اس غرض کے لئے اسے قریباً چار کروڑ روپیہ چاہیئے۔ قریباً اڑہائی کروڑ نئے شہر کے لئے اور ڈیڑھ کروڑ کے قریب موجودہ تجارتی مشکلات سے نکلنے کے لئے .... گوٹے کا بڑا کارخانہ جسکے متعلق ڈوئی اسقدر لاف زنی کرتا تھا وہ بند ہوچکا ہے اور باقی کارخانوں کی حالت بھی بری ہے ... سوائے ڈوئی اور اس کے چند چیدہ مریدوں کے اور کوئی شخص وہاں جاکر خوشحال نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں یہ سب سے بڑی دھوکہ بازی ہے ..... اگر وہ کہانیاں مصیبت اور مایوسی کی بیان کی جائیں جو واقع ہوتی ہیں تو سامعین رو پڑیں۔ وہاں خدا کی پرستش نہیں ہوتی بلکہ زر کی پرستش ہوتی ہے۔ صیہون کی زمین میں بیس لاکھ سے اوپر کے رہن نامے ہیں ..... یہ ایک عظیم الشان دھوکہ بازی ہے۔ چار پانچ ہزار آدمی سے زیادہ اس شہر میں نہیں اور ان میں سینکڑوں ایسے ہیں جو اپنی جانیں بیچکر بھی نکلنے کو تیار ہیں مگر افسوس کہ انکے پاس ذرائع نہیں۔" یہ ہوتا ہے جھوٹوں کا انجام کہ خدا تعالیٰ انکی زندگی میں ہی انکو رسوا کرکے ذلیل کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ شخص الہام کا دعویٰ بھی نہیں کرتا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کرکے دکھا دیا کہ جو خدا سے نصرت پاتے ہیں وہ کبھی اسطرح مخذول نہیں ہوتے۔

نوٹ۔ سال آئندہ:۔ اس جلد کے اختتام کے ساتھ غلامی کا مضمون تو ختم ہوگیا۔ مگر ابھی تین اہم مضامین اس سلسلہ کے جو شروع ہوئے تھے باقی ہیں۔ یعنی سود اور تقسیم وراثت اور جمع و ترتیب قرآن کریم۔ سو ان پر انشاء اللہ سال آئندہ میں بحث کی جاوے گی۔

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ

یکم نومبر ۱۹۰۵ء - دستِ تو دعائے تو ترحم زخدا ٭ ۹ - نومبر ۱۹۰۵ء - صبح - رؤیا - خواب میں گنا دکھائی دیا - فرمایا - اس سے مراد کوئی مفسدہ ہنگامہ ہوتا ہے الہام جو اس کے ساتھ ہوا یہ ہے - انی مع الرسول اقوم - ۱۴ - نومبر ۱۹۰۵ء - انك باعيننا سميتك المتوكل - ۱۸ نومبر ۱۹۰۵ء - ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر عربی عبارت میں ایمان کے اقسام لکھے ہوئے ہیں - وہ عبارت یاد نہیں رہی - مگر اس کا مطلب غالباً یہ تھا کہ ایمان چار قسم ہے - ایک روائتی ایمان - دوسرا وہ جو بصیرۃ سے حاصل ہوتا ہے - تیسرا حالی ایمان - چوتھا استغراقی جو محویت سے حاصل ہوتا ہے - ۲۰ - نومبر ۱۹۰۵ء - انی معك یا ابن رسول الله - (ترجمہ) میں تیرے ساتھ ہوں اے رسول اللہ کے بیٹے - ۲ - سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں - جمع کرو - علیٰ دین واحد - چندروز ہوئے - مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا - پہلے کچھ باتیں ہوئیں - پھر خیال آیا کہ یہ تو فوت شدہ ہیں - آؤ ان سے دعا کرائیں - تب مَیں نے انکو کہا کہ آپ میرے واسطے دعا کریں - کہ میری اتنی عمر ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت مل جائے - اسکے جواب میں اُنہوں نے کہا - تحصیلدار - میَں نے کہا - یہ آپ غیر متعلق بات کرتے ہیں - جس امر کے واسطے مَیں نے آپکو دعا کے واسطے کہا ہے آپ وہ دعا کریں - تب اُنہوں نے دُعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اُٹھائے - مگر اونچے نہ کئے - اور کہا اکیس - مَیں نے کہا کھولکر بیان کرو - مگر انہوں نے کچھ کھولکر نہ بیان کیا اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے - اور پھر چلے گئے - فرمایا - تحصیلدار کے لفظ سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ تحصیلدار کے دو کام ہوتے ہیں ایک رعایا سے سرکاری لگان وصول کرنا دوسرے رعایا کے باہمی حقوق کا تصفیہ کرنا اور انمیں باہم عدل قائم کرنا - اسیطرح مسیح موعودؑ کا یہ کام ہے کہ خدا کے حق کا مطالبہ کرے - اور توحید کو زمین پر پھیلاوے - دوسرے یہ کہ حَکَم عدل ہو کر اُمّت محمدیہ کو باہمی عدل پر قائم کرے - ۲۹ - نومبر ۱۹۰۵ء (۱) قلّ ميعاد ربك - ترجمہ - تیرے رب کی میعاد تھوڑی رہ گئی ہے (۲) بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں (۳) اُس دن سب پر اُداسی چھا جائیگی - (۴) قرب اجلك المقدر - ولا نبقي لك من المخزيات ذكراً - ترجمہ - قریب ہے تیری اجل مقدر اور تیرے رُسوا کرنیوالے امور میں سے کسی کا ذکر ہم باقی نہ رکھیں گے -

چندروز کی رؤیا ہے کہ ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اُس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطّر پانی ہے - اِسکے ساتھ الہام تھا - آبِ زندگی یہ خواب پہلے بھی شائع ہو چکا ہے -

۲-دسمبر-رؤیا- دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے وہ کچھ عربی میں بولتی ہے اس میں آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا- ان کنتم مسلمین- اسکے بعد بیداری ہوئی یہ خیال تھا کہ پہلے لفظ کیا تھے- پھر الہام ہوا- انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو)- فرمایا اس میں خطاب جماعت کیطرف تھا{ فرمایا- جماعت کو چاہیئے اس حکم کیطرف توجہ کریں- مرغی اپنے عمل سے دکھاتی ہے کہ کسطرح انفاق فی سبیل اللہ کرنا چاہیئے- کیونکہ وہ انسان کی خاطر اپنی جان قربان کرتی ہے اور ذبح کیجاتی ہے- سو ہماری جماعت کے مومنین اگر ہماری آواز کو نہیں سنتے تو اس مرغی کی آواز کو سنیں مگر سب برابر نہیں کئی مخلص ایسے ہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ خدمتیں لگے ہوئے ہیں خدا انکو جزائے خیر دے} ۶ دسمبر- قرب اجلک المقدر ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئا- ۷- دسمبر- قرب اجلک المقدر واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین- ۹- دسمبر- انزل فیھا کل رحمۃ (خیال ہے قبرستان کے متعلق تھا- جو اپنی جماعت کے لئے تجویز کیا گیا ہے

جس میں اسلام کی حمایت اسقدر زور کے ساتھ کیگئی ہے جیسا آپکے شاندار پرچے میں" پھر "میں آپکو اس قابل قدر پرچے کا ایڈیٹر ہونیکی حیثیت سے مبارکباد دیتا ہوں میں نے ابتک کوئی ایسی کتاب یا پرچہ نہیں پڑھا جسمیں اسلام کی حمایت اس زبردست اور طاقتور ہاتھ سے کیگئی ہو جیسے آپکے اس رسالہ میں کی جاتی ہے-"

مولوی عبدالولی صاحب- لکھنؤ- "درحقیقت یہ رسالہ نہایت اعلیٰ درجہ کا علمی مجلہ ہے اور اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ ایسے علمی پرچے ہندوستان میں شائع ہوتے ہیں..... جس تحقیقات سے مسئلہ طلاق کے متعلق بحث کیگئی ہے وہ تحقیقات کی آخری حد ہے- کیا اچھا ہوتا اگر اس رسالہ کے مطالعہ کا ہمیشہ موقع ملتا-"

میر ہدایت اللہ اسسٹنٹ سرجن جہلم- "....ن ہوئے مجھے ریویو کے آٹھ نمبر پہنچے اسکا بڑا حصہ میں نے پڑھ لیا ہے- میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں اسلام کی اس تائید کیلئے جسکی آپ کوشش کر رہے ہیں..... اس رسالہ کا ایک ورق بھی میں ایسا نہیں الٹاتا جس سے اسلام کا جلال ظاہر نہ ہوتا ہو-"

شیخ فرزند علی از راولپنڈی- "اسی موقعہ پر میں آپ کو اسلام کی ان قیمتی خدمات کے لئے جو آپکا میگزین کر رہا ہے مبارکباد دیتا ہوں میں احمدی نہیں مگر آپ کی تحریروں کا مداح ہوں اور میں اس بات کو محسوس کرتا ہوں کہ یورپ میں جو کچھ اسلام کی ابتک خدمت کیگئی ہے آپ کی تحریریں اسکو نمایاں طور پر بڑھا رہی ہیں-"

ایم حبیب احمد بی اے- مالیر کوٹلہ- "رسالہ ریویو اگست کا میرے پاس پہنچا اسمیں غلامی پر آرٹیکل تھا جو مخالفوں کے لئے فی الحقیقت دندان شکن جواب ہے..... ریویو کے متعلق میں کہنا چاہتا تھا مگر اسوقت مجھے فرصت

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

"شکریہ معاونین"

جن احباب نے اعانت کا روپیہ بھیجکر یا جدید خریدار بہم پہنچا کر رسالہ ہذا کی کثرت اشاعت میں مدد دینے میں حصہ لیا ہے انکے نام بقید زر اعانت یا تعداد خریداران کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سعی فی سبیل اللہ کی جزائے خیر دے آمین ثم آمین۔

زر اعانت بھیجنے والے احباب } منشی وزیر خانصاحب بر ہما یکصد روپیہ۔ جماعت سیالکوٹ ۹۰ عنت۔ جماعت جموں ۵۰۔ جماعت ڈیرہ غازیخاں ۱۵ للعہ۔ حکیم فضل الدین صاحب قادیان ۱۵ للعہ۔ جماعت کپورتھلہ ۳۶۔ جماعت میرٹھ ۲۵ (اس میں سے ۲۰ بیوہ رحمٰن بخش صاحب مرحوم نے محض ابتغاء اللہ دیا ہے۔ اپنی جماعت خصوصاً عورتوں کے لئے یہ ایک خاص نمونہ تحریک نیکی کا ہے اللہ تعالیٰ دوسروں کے دلوں میں بھی انکے نقش قدم پر چلنے کی نیک تحریک پیدا کرے آمین) شیخ غلام نبی صاحب راولپنڈی ۲۳۔ شیخ مظفر الدین صاحب انسپکٹر پولیس پشاور ۲۲۔ منشی عبد الرحمٰن صاحب شملہ ۲۴۔ بابو دلدار خاں صاحب پشاور ۱۵۔ میاں الٰہی بخش صاحب بمبئی ۱۵۔ چوہدری رستم علی صاحب انبالہ ۱۵۔ ڈاکٹر سید جلال صاحب افریقہ حال سیالکوٹ ۱۲۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور ۱۰۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب جہلم ۹۔ منشی محمد اصغر صاحب توان شہر ۱۰ (یہ دونوں صاحب جماعت احمدیہ میں شامل نہیں اور ان کا نمونہ باقی کے لئے قابل تقلید ہے۔)

مرزا محمد شفیع صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۹۔ میاں اللہ بخش صاحب سوداگر امرتسر ۹۔ سید حیات علی شاہ صاحب ۸۔ بابو محمد الٰہی صاحب کوہاٹ ۸۔ جماعت جہلم ۷۔ ملک مولا بخش صاحب گورالی ۶۔ جماعت کنجاہ ضلع گجرات ۶۔ میاں کریم بخش صاحب کوئٹہ ۶۔ حافظ عبد العلی صاحب گودھا ۵۔ جماعت اوجلہ ۵۔ میاں عبد اللہ کھرل چک نمبر ۲۷۸ ۵۔ زین الدین محمد ابراہیم بمبئی ۵۔ بابو شاہ دین صاحب لارنس پور ۴۔ چودھری نواب خاں صاحب نمبردار ہرام ۴۔ قاضی عبد الرحیم صاحب جموں ۴۔ منشی اللہ بخش صاحب وانون ۴۔ ڈاکٹر یعقوب خانصاحب موتہ ۴۔ بابو خیر الدین صاحب گارڈ کوہاٹ ۴۔ جماعت مکووال ۳۔ میاں غلام رسول اوجلہ ۴۔ بابو گلاب خان صاحب دھرمسالہ ۲۔ بابو برکت علی صاحب شملہ ۲۔ منشی غلام محمد پٹواری رعیہ ۲۔ چودھری سرفراز خان صاحب بدوملی ۲۔ بابو عبد المجید صاحب گوگری ۲۔ میاں محمد حسن دفتری قادیان ۲۔